فکری، اصلاحی، دینی مجلہ

ماہنامہ

حوصلہ

جلد ۱
شمارہ ۱۱

MONTHLY HOSLA

اپریل ۲۰۱۶ء۔ جمادی الاوّل، جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ



بلوچستان سے "را" کے ایجنٹ کی گرفتاری

انڈیا اور ایران گٹھ جوڑ کے ثبوت واضح ہو گئے

کیا اب بھی کوئی ٹھوس اقدامات اٹھائے جائیں گے؟



جھوٹ کا عالمی دن

اپریل فول سے بچئے

اپنے لختِ جگر کے لیے

علامہ ابن جوزیؒ کی دل افروز نصیحت

پاکستان میں سیکولرزم کا بحران

سیکولرزم کی حقیقت سے پردہ اٹھاتی ایک پر مغز تحریر!

غزوہِ موتہ میں حضرت قطبہ بن عامرؓ کا واعظ

مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں، آخر تم موت سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہو! وہ تو تمہیں ہر جگہ آ پکڑے گی، پھر کیوں نہ میدانِ جہاد میں مردوں کی طرح جان دے دیں۔

ذرا غور تو کرو!

اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونا اچھا ہے یا

بزدلوں اور نامردوں کی طرح بھاگتے ہوئے پشتوں پر دشمن کے تیر کھا کر

نامرادی اور ذلت کی موت مرنا۔

یاد رکھو۔!

جو لوگ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں، دنیا کے کسی حصے میں انہیں ذلت

خوف اور نامرادی سے نجات نہیں ملتی۔ ایک مومن کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ وہ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے سینے پر زخم کھائے اور سرخرو ہو کر اپنے معبود کے دربار میں پہنچے،

کیا تم اس معمولی سی بات کو بھی نہیں سمجھتے کہ اگر یونہی بھاگتے رہے تو

کافر تم میں سے ہر ایک کو گھر تک نہیں پہنچنے دیں گے اور

تم سب سب بزدلوں کی موت مارے جاؤ گے۔!

فکری، اصلاحی، دینی مجلہ

ماہنامہ

حوصلہ

جلد ۱
شمارہ ۱۱

MONTHLY HOSLA

اپریل ۲۰۱۶ء۔ جمادی الاوّل، جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ

صفحات مجلّہ

اداریہ	5
اپنے لختِ جگر کے لیے	7
جواب آن غزل	11
جھوٹ کا عالمی دن	14
تفسیر قرآن کے بارے میں ایک غلط فہمی	16
پاکستان کے موجودہ حالات ذمہ دار کون؟	18
بات واضح ہو چکی	19
عالمی دہشت گردی کے فروغ میں امریکی کردار	21
حملہ آور کیا چاہتے ہیں؟	23
حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ	25
پاکستان میں سیکولزم کا ہمہ وقتی بحران	28
سلطان ٹیپو شہیدؒ	30
رزق میں برکت کے دس اعمال	32
انسانیت کو انسانوں کی اشد ضرورت	35
چمکا ہے نہ چمکے گا کوئی تجھ جیسا	38
خلافت اور خوارج	40

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اِنَّ اللّٰہَ لَیَزَعُ بِالسُّلْطَانِ مَالَا یَزَعُ بِالْقُرْاٰنِ۔

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ (اسلامی) حکومت کی طاقت سے ان چیزوں کا سدّ باب کر دیتے ہیں جن کا سدّ باب قرآن سے نہیں کرتے۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۳ ص ۵۹، البدایہ والنہایہ، ج ۲ ص ۱۰، کنز العمال)

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اَلْاِسْلَامُ وَالسُّلْطَانُ اَخَوَانِ تَوَامَانِ لَا یَصْلَحُ وَاحِدٌ مِّنْھُمَا اِلَّا بِصَاحِبِہٖ فَالْاِسْلَامُ اَسٌّ وَالسُّلْطَانُ حَارِسٌ وَمَالَا اِلَاسَّ لَہٗ لَیَھْدِمُ وَمَالَا حَارِسَ لَہٗ ضَائِعٌ

اسلام اور حکومت و ریاست دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت (بنیاد) کی ہے اور حکومت گویا اس کی نگہبان ہے، جس عمارت کی بنیاد نہ ہو، وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو، وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔

(کنز العمال)

monthlyhosla@gmail.com
azaansahar@gmail.com

اپنی مفید آراء، مثبت تجاویز اور پُرمغز تحریریں اس برقی پتہ پر ارسال کریں۔

www.azaan.pk/blog
facebook.com/ehtadal
twitter.com/molanaismatulah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (سورۃ الزمر ۵۳)

آپ فرمادیجیے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ،
بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے نہایت رحم والا ہے۔

درس قرآن

اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ کا اعلان، انابت الی اللہ کا حکم، مکذبین اور متکبرین کی بدحالی۔

اللہ تعالیٰ قہار بھی ہے، غفار بھی ہے، وہ گناہوں پر مواخذہ بھی فرماتا ہے اور معاف بھی فرمادیتا ہے اس کی مغفرت بہت بڑی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کا عام اعلان کیا اور فرمایا۔

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْ" الخ۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں تو بہت بڑا گنہگار رہوں میری بخشش کیسے ہوگی جتنا بڑا بھی جو شخص گنہگار رہو اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادے گا۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم میں اس آیت سے بڑھ کر کوئی دوسری آیت نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کا اعلان ہو۔ (روح المعانی) البتہ کافر اور مشرک کی مغفرت ہونے کے لیے اسلام قبول کرنا شرط ہے کفر پر برقرار رہتے ہوئے معافی اور مغفرت نہیں ہوسکتی جیسا کہ سورۂ النساء میں فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا" (بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے۔ اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا اس کے گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا) کوئی کتنا ہی بڑا کافر و مشرک ہو اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے بشرطیکہ توبہ کرلے یعنی اسلام قبول کرلے۔ مشرکین میں سے بہت سے لوگوں نے بہت سارے قتل کیے تھے اور ان میں سے بہت سے لوگوں سے زنا بھی کثرت سے صادر ہوا تھا یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ تو اچھی چیز ہے لیکن ہمیں یہ تو بتایئے کہ ہم نے جو بڑے بڑے گناہ کیے ہیں کیا ان کا کفارہ ہوسکتا ہے اس پر سورۂ زمر کی مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ جو شخص مسلمان ہے وہ کتنے ہی گناہ کرلے جب توبہ کرلے گا اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں البتہ حقوق العباد کی تلافی کریں، یہ بھی توبہ کا جز ہے اگر توبہ سچی ہو اور صحیح ہو تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ برابر توبہ کرتے رہیں اگر توبہ ٹوٹ جائے پھر کرلیں توبہ ٹوٹتی رہے، بار بار کرتے رہیں۔ سورۂ زمر کی مذکورہ بالا آیت بندوں کے لیے بہت بڑی ڈھارس ہے اور اس میں بندوں کو حکم دیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں کروڑوں گناہ بھی اللہ کی رحمت اور مغفرت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے سورۂ حجر میں ارشاد ہے:

"قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ گمراہ لوگوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے؟ صغیرہ گناہوں کی مغفرت اور ان کا کفارہ تو اعمال صالحہ سے بھی ہوتا رہتا ہے لیکن کبیرہ گناہوں کی یقینی طور پر مغفرت ہوجانا توبہ کے ساتھ مشروط ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ اختیار ہے چاہے تو بنا توبہ ہی معاف کردیں چاہے تو عذاب میں ڈال دیں اس لیے پکی توبہ اور استغفار کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مغفرت کی امید رکھیں اس کی رحمت سے ناامید کبھی نہ ہوں۔

وفادار بندوں کا یہ شعار نہیں کہ مغفرت کا وعدہ سن کر بے خوف ہوجائیں بلکہ مغفرتوں کی بشارتوں کے بعد اور زیادہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کے لیے بشارتیں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی سب لغزشوں کی مغفرت فرمادی جس کا اعلان سورۃ الفتح کے شروع میں فرمادیا اس کے باوجود آپ راتوں رات نمازیں پڑھتے تھے جس کی وجہ سے آپ کے قدم مبارک سوج گئے تھے جب کسی نے عرض کیا کہ آپ عبادت میں اتنی محنت فرماتے ہیں حالانکہ اللہ پاک نے آپ کا سب کچھ اگلا پچھلا لغزش والا عمل معاف فرمادیا اس پر آپ نے ارشاد فرمایا "اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا" کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔ رواہ البخاری ص ۱۵۲۔ (مولانا عاشق الٰہیؒ بلند شہری)



بلوچستان سے ”را“ کے ایجنٹ کی گرفتاری

انڈیا اور ایران کٹھ جوڑ کے ثبوت واضح ہو گئے

کیا اب بھی کوئی ٹھوس اقدامات اٹھائے جائیں گے؟

بلا شک وشبہ سرزمین پاکستان کے خلاف اسلام کے دشمن ہمیشہ سازشوں کت تانے بانے بنتے چلے آئے ہیں۔اس کی وجہ واضح اور طاہر تھی کہ پاکستان دینِ اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا۔روزِ اول سے پاکستان کی نہ نظریاتی سرحدوں کو تسلیم کیا گیا اور نہ ہی جغرافیائی سرحدوں کو مانا گیا۔سرحدوں کو تسلیم کرنا تو درکنار، بلکہ ان نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی پامالی کے لیے وسیع منصوبہ سازی شروع کی گئی۔نظریاتی سرحدوں کو پامال کرنے کے لیے انہیں روزِ اول سے بڑی سیاسی پارٹیوں، اسٹیبلشمنٹ حتیٰکہ فوج کے اندر سے بھی انہیں اپنے کارندے میسر آتے رہے۔جو ملک کا نظریہ اسلام غیر نظریاتی وفکری قالب میں اپنے اپنے دور میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ان کی کوششوں کو کافی حد تک پذیرائی بھی ملی اور کامیابی بھی، اس لیے ستر سال گزرنے کے بعد بھی پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی، نظریاتی ملک کا تشخص حاصل نہ کر سکا۔آج صورت حال یہ ہے کہ ملک کا نظامِ تعلیم تیزی کے ساتھ غیر اسلامی ہی نہیں بلکہ اسلامی فکر ونظریات کے متصادم ترتیب دیا جا رہا ہے اور ترویج پا رہا ہے۔جس کی ایک مثال میٹرک تک کی تعلیم میں اسلامیات، عربی اور مطالعہ پاکستان تک کو اختیاری شکل دے کر نصابِ تعلیم کو رفتہ رفتہ بے وزن و بے وقعت کیا جا رہا ہے۔اسلامی ہیروز کا تذکرہ نکال دیا گیا ہے۔ایسی شخصیات کو نصابِ تعلیم میں جگہ دی جا رہی ہے جو غیر مسلم ہی نہ تھے بلکہ جن کا وجود کا استعارہ اسلامی تمدن وتہذیب کی نفی پر محمول ہے۔قرآن پاک اور نمازِ ظہر کا وقت بھی ختم کر دیا گیا۔تاکہ بچوں کے ذہن میں نماز وقرآن کا واضح تصور نہ بیٹھ سکے، بہت تیزی کے ساتھ ایسی قوانین سازی کی جا رہی ہے جو نظریہ اسلام سے قطعی متصادم ہیں اور قوانینِ شریعت کی جن میں واضح پامالی کو عس سر موجود ہے۔عوام الناس کو، مہنگائی، لوڈ شیڈنگ، بدامنی جیسے مسائل کا سامنا ہے جو غیر ضروری طور پر حکمرانوں کے اپنے ہی کرتوتوں کی بدولت پیدا کر دیے گئے، لہذا جن کے آباواجداد نے نظریاتی فکری اور اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لیے جو زمین حاصل کی تھی، ان کی اولادیں اپنے اسلاف کی اس امانت کا حقیقی تحفظ کرن میں اب تک ناکام نظر آ رہی ہیں۔دوسری طرف ملکِ خداداد کے جارح پڑوسی نے ۱۹۴۸ء میں پہلی جارحیت اس ملک پر کر ڈالی۔مقبوضہ کشمیر ہتھیا لیا گیا۔کشمیری مسلمانوں کی خواہش کے برخلاف ان پر ہندی اقتدار تھوپ دیا گیا۔یوں ایک وسیع اور دیر پا منصوبے کے تحت پاکستان کی شہ رگ دبوچ لی گئی، پاکستان کے سرزمین کو پہنچنے والے اور سیراب کرنے والے پانی کی دیر پا منصوبہ بندی کے تحت ناکہ بندی کر ڈالی گئی۔اُس وقت کی سمجھ دار مذہبی قیادت نے آج کی صورت حال کو بھانپتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ ہندوستان پاکستان کا پانی روک لے گا، جس سے پاکستان پر معاشی بحران اور تباہی کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔اور آج بھارت یہ سب کچھ کر چکا ہے۔اس میں اپنوں کی کہاں لغزش ہے؟

خود ملکی طاقتیں اس میں کس حد تک خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ جب ہندوستان مختلف ڈیم بنا کر پاکستان میں بہنے والی دریائی رگوں کا گلہ گھونٹ رہا تھا۔ ذمہ دار ادارے متحرک اور فعال کردار کیوں نہ ادا کر سکے۔ اس سازشی منصوبہ کو ناکام کیوں نہ کیا جا سکا۔ یہ بھی الگ داستان ہے۔ ۱۹۶۵ء میں ہمارے سر ایک اور جنگ تھوپ دی گئی، ملک خداداد کو نیست و نابود کرنے کے ارادوں سے دشمن چڑھ دوڑا مگر اب کی بار خدائی فیصلے کچھ اور تھے۔ ٹھیک ۶ سال بعد ہندوستان ایک نئی تیاری کے ساتھ میدان میں اترا، اور پاکستان کے نااہل حکمرانوں، اقتدار و دولت کے پجاریوں کی بدولت ملکِ پاکستان دو ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ ہندو جشن مناتے رہے کہ دو قومی نظریہ آج خلیجِ بنگال میں دفن کر دیا گیا۔ ہندوستان ہمیشہ بھیانک اور خطرناک چالیں چل کر ملک خداداد کی سالمیت اور وجود کو مٹانے پر تلا رہا ہے۔ آج تک پاکستان کی طرف بڑھتے خطرات کا بروقت تجزیہ کر کے تدارک نہ کیا جا سکا۔ یا پھر خطرات کا مقابلہ کرنے کے بجائے امریکہ بہادر کی طرف دیکھا گیا، جس نے ریت میں سر دینے کا مشورہ دیا یا پھر ایسا اعلان کیا کہ ساتوں بحری بیڑا ۱۵۴ سال میں بھی بحرِ ہند مدد کو نہ پہنچ سکا۔ آج بھارت پہلے سے کہیں زیادہ موثر کھیل کھیل چکا ہے۔ ارتھ شاستر چانکیہ کے اصول کے مطابق دشمن کے پڑوسی کو اپنا دوست بنالو، کے تحت افغانستان اور ایران پوری طرح کھل کر ہندوستان کی جھولی میں پکے ہوئے پھل کی طرح جا گرے۔ آج صاحبِ اقتدار سیکورٹی ذمہ دار مشرقی سرحد سے زیادہ مغربی سرحد کا رونا روتے نظر آتے ہیں۔ وجہ بالکل صاف اور واضح ہے۔ بھارت ان دونوں ملکوں کے ساتھ خفیہ دفاعی، عسکری اور کھلے بندوں تجارتی معاہدے کر چکا ہے۔ اب جبکہ پاکستان نے گوادر بندرگاہ چین کے حوالے کی ہے تو بھارت ایران کی چار بہار بندرگاہ پر آ بیٹھا ہے۔ گوادر سے جتنی تکلیف بھارت کو ہے اس سے کہیں زیادہ ایران تکلیف میں نظر آ رہا ہے۔ ملک پاکستان میں مذہبی منافرت اور تشدد کو ہوا دیکر عدم استحکام کی داغ بیل ڈالنے والا ہمارا نام نہاد ''برادر اسلامی ملک'' ایران ہی ہے۔ جہاں مغربی طاقتیں بلوچستان کے علیحدگی پسندوں کی مدد کر رہی ہیں تو وہیں ہندوستان افغانستان اور ایران بھی ان کی مدد میں پیش پیش ہیں۔ ہم بارہا اپنے اس مجلّے کی سطور میں اس طرف کر چکے ہیں۔ کل بھوشن یادیو کی بذریعہ ایران پاکستان آمد اور ایران میں بیٹھ مجلس وحدت اور شیعہ عسکری جماعتوں، بلوچ علیحدگی پسندوں کی امداد کرنا اور نئے عسکری اہداف کا تعین اور ان پر حملوں کی منصوبہ سازی بھارت اور ایران کے پاکستان کے خلاف کھلے عزائم کا بین ثبوت ہے۔ پاراچنار اور گلگت کے شیعہ نوجوانوں کی تربیت صرف اہل سنت کے قتل عام کے لیے ہی نہیں بلکہ ایران اور انڈیا کا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے کی جا رہی ہے۔ پاراچنار اور گلگت کا وسیع پیمانے پر اپریشن کیا جائے تو ایرانی اسلحہ غیر محدود مقدار میں ملے گا۔ اس ساری تیاری کے پیچھے ایران اور انڈیا متحرک اور فعال ہیں۔ کل بھوشن یادیو پاکستانی ایجنٹی جنس اداروں کے پاس ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی نشاندھی پر جو لوگ اور جو ممالک بھی پاکستان دشمنی میں متحرک ہین انہیں ان کی زبان میں جواب دیا جائے۔ بصورت دیگر ہندوستان پاکستان کو گھیر کر کسی بری خطرناک چال سے حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اور خدانخواستہ خاکم بدہن پاکستان کو مزید جغرافیائی تقسیم کا شکار نہ کر دیا جائے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ سب سے پہلے پاکسان کی فکری و نظریاتی سرحدوں کو محفوظ کیا جائے۔ یہی وہ قوت ہے جو پاکستان کی جغرافیائی سرحدون کو غیر مرئی طاقت نیصب کرے گی۔ اگر پاکستان سے دو قومی نظریہ اور اسلام کی وابستگی چھن گئی تو یاد رکھیے پاکستان کے لیے اپنے وجود کو برقرار رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا۔ انڈیا اور ایران پاکستان کے واضح دشمن ہیں۔ اور افغان کٹھ پتلی اور ایجنٹ ہے ان کا۔ ایک وسیع حکمت عملی سے افغانستان سے پاکستان دشمنی کا جذبہ ٹھنڈا کر کے اخوت کا بیج بویا جا سکتا ہے۔ پھر ان دونوں ممالک کو ترکی بہتر کی جواب دیکر جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی جا سکتی ہے۔

اپنے لختِ جگر کے لیے

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی دل افروز نصیحت

عزیز از جان! اللہ تجھے توفیق خیر سے نوازے۔ اِس بات کو دل کی تختی پر نقش کر کے کہ انسان اس وقت تک حامل دانش وبینش قرار نہیں دیا جاتا جب تک کہ وہ عقل کی صلاحیتوں کو بروئے کار نہ لائے۔

الحمدُ لله الذي أنشأ الأب الأكبر من تراب، و أخرج ذريته من الترائب والأصلاب، وعضد العشائر بالقرابة والأنساب، وأنعم علينا بالعلم وعرفان الصواب، أحسنَ التربية في الصغر وحفظ في الشباب، ورزقنا ذريةً نرجو بهم وفورَ الثواب. یعنی جملہ تعریفیں اللہ مالک الملک کو زیبا ہیں جس نے اَبُ الاکبر (حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام) کو مٹی سے پیدا فرمایا، پھر پیٹھ اور کولھے کی ہڈیوں کے درمیان سے ان کی نسلوں کی افزائش کا اہتمام فرمایا اور قرابت ونسب کی بنیاد پر خاندان کی بنیاد رکھی۔ پھر ہمیں بطورِ خاص دولت علم وعرفان سے سرفرازی بخشی۔ عہد طفولیت میں اس نے جہاں بہترین تربیت کی وہیں عالم شباب کو بھی اپنے دائرۂ تحفظ میں رکھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس نے نعمت اولاد عطا فرمائی جن سے ہمیں ڈھیروں ثواب کی توقع وابستہ ہے۔ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَاءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (سورۂ ابراھیم: ۱۴/ ۴۰ تا ۴۱۔) اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنا دے، اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرما لے۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگا۔

امابعد! جب مجھے اِزدواج واَولاد کی شرافت ونجابت کا علم ہوا تو میں نے ایک ختم قرآن کرنے کے بعد (لمحاتِ قبولیت میں) اللہ کی بارگاہِ میں دعا کی کہ پروردگار! مجھے دس اولاد عطا فرما، چنانچہ اس نے میرے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لی اور محض اپنے فضل وکرم سے اس نے پانچ بچے اور پانچ بچیاں عطا فرمائیں۔ پھر اُن میں سے دو بچیاں اور چار بچے اُس کو پیارے ہو گئے، اب میرے پاس لختِ جگر ابوالقاسم کے سوا کوئی اولادِ نرینہ نہ رہی، تو میں نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ مولا! اسے میرا بہترین جانشین بنا اور اس کے ذریعہ دارین کی سعادتیں نصیب فرما دے۔ پھر کیا ہوا کہ میں نے اس کے اندر تحصیل فضل وکمال کے سلسلے میں وہ لگن جتن محسوس نہیں کی جو ہونی چاہیے، تو طلب علم کے حوالے سے اس کی تساہلی کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ رسالہ بطورِ خاص اس کے لیے ترتیب دیا، تاکہ دولت علم سے بہرہ ور ہونے کے لیے اس کی خفیہ صلاحیتیں بیدار ہو جائیں اور اکتساب شعور و آگہی کے سلسلہ میں وہ خود کو میری روش پر جادہ پیما کر سکے۔ اور توفیق خیر دینے والا اللہ جل مجدہ ہے۔ مجھے اس حقیقت کا مکمل اعتراف ہے کہ اللہ جسے اپنی توفیق سے نواز دے اسے کوئی چاہِ ذلت میں ڈھکیل نہیں سکتا اور جسے گم گشتہ راہ کر دے اسے کوئی سامانِ رشد وہدایت فراہم نہیں کر سکتا، تاہم اسی رب العزت کا اِرشاد عالی ہے: وَ تَوَاصَوا بِالحَقِّ وَ تَوَاصَوا بِالصَّبْرِ (سورۂ عصر: ۱۰۳/ ۳) اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور باہم صبر کی تاکید کرتے رہے۔ فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى (سورۂ اعلیٰ: ۸۷/ ۹۔) پس آپ نصیحت فرماتے رہیے بشرطیکہ نصیحت (سننے والوں کو) فائدہ دے۔ اور طاقت وقوت کا سارا سرچشمہ اللہ جل مجدہ ہی کے پاس ہے۔

عقل وشعور کی اہمیت اور احساسِ ذمہ داری!

عزیز از جان! - اللہ تجھے توفیق خیر سے نوازے۔ اِس بات کو دل کی تختی پر نقش کر کے کہ انسان اس وقت تک حامل دانش وبینش قرار نہیں دیا جاتا جب تک کہ وہ عقل کی صلاحیتوں کو بروئے کار نہ لائے، لہٰذا عقل وشعور کی ساری توانائیاں اِکٹھا کر کے اپنی فکر کو عمل کے لیے مہمیز کر دو، اور نفس کے

ساتھ ہمیشہ محتاط رہو اور اپنا خیال رکھو۔ تجھے یہ بات دلائل کی روشنی میں معلوم ہے کہ تو ایک مکلف انسان ہے، اور تجھ پر کچھ ایسے فرائض عائد کیے گئے ہیں جن کی بابت تجھے (کل عرصہ محشر میں) جواب دہ ہونا ہے۔ دو ملکوتی نمائندے تیرے اعمال والفاظ کا ریکارڈ تیار کرنے میں ہمہ وقت مشغول ہیں۔ حیاتِ مستعار کی ایک ایک سانس، موت کے ایک متعینہ دن کی طرف متواتر کھینچے لیے جا رہی ہے۔ دُنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے، جب کہ زندانِ قبر میں بے بس و بے کس پڑے رہنے کی مدت کافی طویل ہے، اور پھر ہوا و ہوس پر اوندھے منہ گرنے کے باعث عذابِ قبر اس پر مستزاد۔ ذرا فکر کو آنچ دے کر سوچو کہ تمہارے گزشتہ کل کی لذتِ عیش کہاں گئی؟، یقیناً فنا ہو گئی، مگر اپنے پیچھے ندامت وافسوس کے طومار چھوڑ گئی۔ یوں ہی شہوتِ نفس کا کیا بنا؟ شرم سے سر جھکا گئی اور پاؤں تلے زمین سرکا گئی۔

نورِ دیدہ! یہ ایک کائناتی سچائی ہے جسے سدا یاد رکھنا کہ نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرنے کے بعد ہی سعادت وفلاح کسی کا مقدر بنتی ہے۔ اور شقاوت و بدبختی کے گھاٹ وہی اُترتا ہے جو آخرت فراموش ہو کر خود کو دنیا کی رنگ رلیوں میں گم کر دیتا ہے، لہٰذا ماضی کے بادشاہانِ جہاں اور زاہدانِ شب زندہ داروں کے واقعات سے عبرت پکڑو اور اپنے لیے سامانِ نصیحت اِکٹھا کرو۔ مجھے بتاؤ اِن کی ساری عیش پرستیاں اور ساز و رباب میں ڈوبی ہوئی زندگیاں کہاں چلی گئیں؟ سب کا سب اُن کے لیے باعث تف اور حسرتِ محض بن گئیں!، اور ایسے نافرمانوں اور عصیاں شعاروں کے لیے دنیا کی زبانوں پر برے اَلفاظ تو ہیں ہی انھیں آتش دوزخ کا ایندھن بھی بننا ہے، لیکن اگر ڈھیروں ثواب اور حسن انجام ہاتھ آیا تو محض پرہیزگاروں اور نیکو کاروں کو اور پھر خلق خدا کی زبانوں کا اُن کی ستائش سے تر ہونا اس پر مستزاد۔ گویا معاملہ یوں ہو گیا کہ جو دنیا سے آسودہ نفس ہو کر گیا وہاں اسے آسودگی نصیب نہ ہوئی اور جو یہاں فاقہ مست رہا وہاں نا آشنائے فقر و فاقہ رہا۔ اکتسابِ فضل و کمال سے پیچھے رہ جانا یقیناً کم نصیبی ہے۔ اور عیش و آرام کی خصلت و عادت ہمیشہ اپنے پیچھے ندامت کو جنم دیتی ہے، اور کچھ یہی حال لذتوں کے پیچھے مارے مارے پھرتے رہنے کا بھی ہوتا ہے، لہٰذا ابھی وقت ہے، ہوش کے ناخن لو اور نفس کو (حصول علم و آگہی کی راہ پر) سرپٹ دوڑاؤ۔ یاد رہے کہ جملہ فرائض کی (ان کے وقتوں پر) اَدائیگی تمہارے ذمے ضروری ہے یوں ہی حرام کے ہر کام سے دامن حیات بچانا بھی اپنے اوپر لازم کر لو۔ اگر کسی نے اس سلسلے میں ذرا بھی سستی دِکھائی پھر اسے خود کو جہنم کی آتش سوزاں کے لیے تیار رکھنا چاہیے۔

عزیز وافر تمیز! یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ فضل و کمال کی رفعتوں کا حصول ارباب جدوجہد کا منتہائے مقصود ہوتا ہے۔ دیکھو فضیلتیں بہت طرح کی ہوتی ہیں۔ بعض لوگ دنیا سے بے رغبتی ہی کو سب سے بڑی فضیلت سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا معیار یہ ہے کہ وہ ہمہ وقت عبادت و بندگی میں جٹے رہنے ہی کو مایۂ فضل وشرف گردانتے ہیں، حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ علم وعمل کی دولت سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ یہ کہو کہ یہ تمام فضیلتوں کا مجموعہ مرکب ہے۔ اگر کسی کو یہ دولت صحیح معنوں میں ہاتھ آجائے تو اسے اپنے خالق و مالک کا عرفانِ کامل نصیب ہو جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ محبت وخشیت الٰہی اور اس سے شوقِ ملاقات کی آنچ تیز ہوتی چلی جاتی ہے۔ سچ پوچھو تو فضائل وکمالات کا منتہائے مقصود یہ ہے۔ تمہیں پتا ہے کہ انسان کے حوصلہ و ہمت کے مطابق ہی اسے کچھ ملا کرتا ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہر مرید، مراد بن جائے اور ہر طالب شوق مطلب رسا ہو جائے، تاہم لوگوں کو جدوجہد اور تگ و دو جاری رکھنا چاہیے جو اس کا نوشتہ تقدیر ہے وہ اسے مل کے رہے گا۔ اور نصرتِ حقیقی تو پروردگار ہی کی طرف سے ہے۔

معرفتِ اِلٰہی کی تعمیر!

انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ سب سے پہلے کائنات رنگ و بو میں بکھرے ہوئے دلائل وشواہد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں کمال پیدا کرے۔ ظاہر ہے کہ آسمان کو (بلاستون) پھیلا ہوا، زمین کو بچھی ہوئی خصوصاً اپنے جسمانی نظام کو دیکھنے کے بعد اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ضرور ہے، جس طرح کسی پختہ ٹھوس عمارت کو دیکھ کر انسان کی توجہ معاً معمار کی طرف جاتی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی سچائی کے دلائل پر نظر کرے، اور آپ کی تصدیق کے لیے سب سے بڑی دلیل قرآن کریم ہے جس نے بھری دنیا کو اپنی سورتوں کے مثل ایک چھوٹی سی سورہ لانے سے آج تک عاجز و درماندہ کر رکھا ہے۔ اب جب وجودِ باری تعالیٰ اور رسالت محمدی -علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام- کا عقیدہ لوحِ دل پر نقش ہو جائے پھر اپنی عنانِ توجہ شریعت مطہرہ (کے اَسرار و رموز سمجھنے) کی طرف موڑنا چاہیے، کیوں کہ اگر اس ترتیب کا

خیال نہ رکھا جائے تو اس کے اِعتقاد کی دیواروں میں کبھی بھی دراڑ پیدا ہوسکتی ہے۔اب اسے چاہیے کہ نماز و وضو کے ضروری مسائل معلوم کرے۔ صاحب دولت ہو تو زکوٰۃ کے مسئلے پر آگاہی حاصل کرے، اس طرح حج اور دین کے دیگر واجبات سیکھے۔جب اسے ان واجباتِ دینیہ کا علم ہو جائے تو انھیں رنگ عمل دینا شروع کرے، اب جسے جتنی قوتِ پرواز ہے اسی کے مطابق وہ آسمانِ فضل و کمال پر کمندیں ڈالے گا۔اب وہ چاہے تو قرآن کریم کا حفظ کرے، اس کی تفسیر سیکھے، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں درک حاصل کرے، آپ کی سیرت طیبہ کو پڑھے، صحابہ کرام کی سیرتیں جانے اور یوں بعد کے علما و مشائخ کی حیات وخدمات پر بھی نظر رکھے، تاکہ اس کا طائر علم و فضل آسمانِ ترقی کی طرف روبہ پرواز ہوسکے۔

یوں ہی زبان و بیان کی اِصلاح اور اس کی سلاست و بلاغت میں ترقی کے لیے اس کے قواعد واُصول کا علم سیکھے اور مروّجہ زبان میں درک حاصل کرے۔

یاد رہے کہ فقہ تمام علوم کی جڑ ہے۔اور وعظ ونصیحت اس کا پھل نیز اس کے فوائد و برکات کو پھیلانے کا ایک موثر ذریعہ۔

عزیز وافر تمیز! مذکورہ علوم وفنون میں-اللہ کی توفیق سے- میں نے بہت ساری کتابیں تصنیف کی ہیں جو تمہیں متقدمین مصنّفین کی کتابوں سے بے نیاز کر دیں گی، لہٰذا کتابوں کی چھان بین اور تصنیف کتب کے لیے تمہیں یہاں وہاں مارے مارے پھرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں نے وہ سب کچھ تمہارے لیے پہلے ہی مہیا کر دی ہیں۔انسان کے حوصلے اس کی اپنی تساہلی کے باعث پژمردہ ہو جاتے ہیں ورنہ ان چیزوں سے انھیں کبھی سیری ہی نہیں ہوتی، اور اس کے بغیر انھیں چین ہی نہیں آتا۔ میں اس بات کو قطعی طور پر جانتا ہوں کہ ہمتیں انسانوں کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں، ہاں بسا اوقات وہ پست ضرور پڑ جاتی ہیں تاہم کریدنے اور اُبھارنے سے وہ پھر چل پڑتی ہیں، لہٰذا جب کبھی اپنے اندر تساہلی دیکھو یا خود کو اِحساسِ کمتری کا شکار پاؤ تو اللہ کی بارگاہ سے توفیق خیر کی بھیک مانگو، اور

جب بات حدودِ شریعت کی آجائے تو ایسے وقت اپنے نفس کا بطورِ خاص جائزہ لیا کرو۔ پھر تمہیں پتا چل جائے گا کہ اس کا بچاؤ کیسے کیا جاتا ہے؟ کیوں کہ جو اپنے نفس کی حفاظت ورعایت میں کامیاب ہوگیا وہ صحیح معنوں میں کامیاب ہوگیا، اور جو اس محاذ پر ناکام ہوگیا سمجھو وہ مارا گیا

اس بات کا یقین رکھو کہ تمہیں ہر خیر ونعمت اس کی طاعت و بندگی سے ہاتھ لگتی ہے، یوں ہی ہر نقصان اس کی معصیت ونافرمانی کی وجہ سے پہنچتا ہے۔

ذرا مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے کہ جس پر مولا اپنے عطا و نوال کی بارش فرمائے اور وہ بامراد نہ ہوسکے ؟اور جس سے وہ اپنی رحمت ونعمت روک لے وہ کچھ پا سکے؟؟ یا اپنے کسی مقصد میں مراد آشنا ہوسکے؟؟؟۔دیکھو شاعر نے کتنے مزے کی بات کہی ہے :

واللہ مَا جئتُکم زائرًا الا
رأیتُ الارضَ تُطوَی لي
ولا ثنیت العزم عن بابکم
الا تعثرتُ باَذیالي

یعنی قسم بخدا! جب میں تمہاری زیارت کے لیے آیا تو کیا دیکھا کہ زمین میرے لیے لپیٹ دی گئی ہے۔لیکن جیسے ہی تمہارے دروازے سے ہٹنے کا اِرادہ کیا خود اپنے ہی دامن میں اُلجھ کر گر پڑا۔

پابندیِ شرع کا اہتمام، نیز کچھ میری باتیں!

پسر عزیز! جب بات حدودِ شریعت کی آجائے تو ایسے وقت اپنے نفس کا بطورِ خاص جائزہ لیا کرو۔ پھر تمہیں پتا چل جائے گا کہ اس کا بچاؤ کیسے کیا جاتا ہے؟ کیوں کہ جو اپنے نفس کی حفاظت ورعایت میں کامیاب ہوگیا وہ صحیح معنوں میں کامیاب ہوگیا، اور جو اس محاذ پر ناکام ہوگیا سمجھو وہ مارا گیا۔ لگے ہاتھوں میں تمہیں اپنے کچھ احوال بھی بتا دیتا ہوں تاکہ تمہیں میری بے تکان محنتوں کا کچھ اندازہ ہوسکے اور مجھے اپنی دعائے خیر میں یاد کرسکو۔

مجھ پر جو کچھ بھی افضال وانعام ہوا اور جو بھی عزتیں نصیب ہوئیں اس میں میرے اپنے کسب سے زیادہ میرے مولا کی نوازش وعنایت شامل ہے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں زندگی کی چھٹی بہار میں داخل ہوا تو مجھے مکتب کی نذر کر دیا گیا، میں فطرتاً قوتِ ارادی کا بڑا دھنی واقع ہوا تھا۔میں نے ہمیشہ اپنے سے بڑے بچوں سے دوستی کی، اللہ جل مجدہ نے عالم طفولیت ہی میں مجھے عقل وشعور کی وہ پختگی عطا فرما دی تھی جو شیوخ کی عقل وخرد پر بھی بھاری تھی۔ مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے کبھی سرراہ کسی بچے کے ساتھ کھیل کود کیا ہو، اور نہ ہی میں کبھی کھلکھلا کر ہنسا۔ اندازہ لگاؤ کہ جس وقت میں کوئی سات سال کا تھا جامع مسجد کے حلقاتِ درس میں حاضری دیا کرتا تھا۔ میں نے اتنی سی معمولی عمر میں بھی کبھی

خودکوکسی شعبدہ باز یا لفظ کے بازی گروں کے پاس جانے کی اجازت نہ دی، بلکہ ایسے عالم میں میں محدثین کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہتا تھا، ان کی بارگاہ میں جا کر اپنی بساطِ شوق بچھا دیتا تھا، جب میں ان سے کوئی حدیث سنتا تو نہ صرف وہ حدیث بلکہ اس کی طویل ترین سند بھی حفظ کر لیتا تھا، پھر جب گھر لوٹتا تو وہ ساری یادداشتیں قیدِ تحریر میں لا کر محفوظ کر دیتا تھا۔شیخ ابوالفضل ابن ناصر رحمہ اللہ (م ۵۵۰ھ) اپنی خاص توجہ وعنایت مجھ پر مرکوز رکھتے، مجھے لے کر شیوخِ حدیث کے پاس جاتے، انھیں کی صحبتوں میں رہ کر مجھے مُسند اور دیگر بڑی کتابوں کو سماع کرنے کا زرّیں موقع میسر آیا۔نیز میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ان کی طرف سے مجھ پر یہ بے پایاں کرم کیوں ہو رہا ہے۔ساتھ ہی انھوں نے میرے ملفوظات بھی جمع کیے، پھر جب میں سن بلوغ کو پہنچا تو انھوں نے وہ تحریر مجھے دکھایا، پھر میں نے ان کے فیضانِ صحبت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تا آں کہ وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے-اللہ انھیں جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے-تو معرفت ونقلِ حدیث کا یہ شعور میرے اندر ان کی کرم نوازیوں سے بیدار ہوا۔یہ وہی دور تھا جب کہ میرے ہم عمر بچے دریائے دجلہ پر جا کر موج مستی کرتے، اور پُلوں پر چڑھ کر کھیل کود کیا کرتے تھے، اور میرا اپنا حال یہ تھا کہ (نفس کے ہزار لبھانے کے باوصف) چھوٹی سی عمر میں دنیا سے بے تعلق ہو کر حدیث کا کوئی صفحہ لیے گھر کے خلوت کدے میں پڑا ہوتا اور اپنے قصرِ علم کی تعمیر وترقی میں مشغول رہتا۔پھر زہد و ورع کی دولت نصیب ہوئی اور دنیا سے دل بیزار ہو گیا تو دن روزوں میں گزرنے لگا اور سفر زندگی کے لیے تھوڑے سے زادِ راہ پر میں نے قناعت کر کیا اور نفس کے گلے میں صبر وشکیب کا تعویذ ڈال دیا۔ یوں ہی کاروانِ حیات چلتا رہا، نیز یہ کہ نیم شبی کی خلوتوں میں اُٹھ کر مولا کو منانا اور دمِ سحر کی دعاؤں سے خود کو محظوظ کرنا میرا معمول تھا۔پھر میں نے اپنے آپ کو علم کے کسی ایک فن کی تحصیل ہی پر قانع نہ ہونے دیا بلکہ بیک وقت سماعِ فقہ وحدیث اور وعظ و بیان سے گہرا شغف رہا، نیز زاہدانِ شب زندہ داروں کی صحبتوں سے بھی اکتسابِ فیض ونور کرتا رہا۔ساتھ ہی علم لغت سے بھی آشنائی کی اور ایسا کوئی فن نہ چھوڑا جس سے کہ عموماً گوشہ نشینی اختیار کر کی جاتی ہے یا جس کے بارے میں بار بار تاکید کرنی پڑتی ہے۔یوں ہی جب کوئی مہمان یا اجنبی آ جاتا تو میں اس کی ضیافت کے لیے بچھ بچھ جاتا اور جو کچھ موجود ہوتا پوری فراخ دلی سے اس کے روبرو پیش کر دیتا۔اس طرح فضائل وکمالات کی ہر شاخ پر میں نے اپنا آشیانہ بنانے کی حتی المقدور کوشش کی۔یوں ہی جب کبھی بیک وقت دو کام نکل آتے تو ان میں اس کام کو زیادہ ترجیح دیتا جو حق الحق کا آئینہ دار ہوتا، لہٰذا پروردگار نے میرے لیے ان حکمت وتدبیر کے عقدے حل فرما دیے اور مجھے ہمیشہ خیر وصلاح کی توفیق سے نوازا، ساتھ ہی حاسدین واَعدائے دین کے مکر وفریب سے مجھے امان بخشا۔اس نے میرے لیے اَسبابِ علم بہم پہنچائے، اور میرے رزق کا اہتمام اس انوکھے انداز سے فرمایا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔مجھے فہم وفراست، حفظ کی سرعت اور تصنیف و تالیف کی جدت وندرت سے بہرہ مند فرمایا۔دنیا کی کسی چیز کا مجھے حاجت مند نہ کیا بلکہ جہاں جس چیز کی ضرورت ہوئی فوراً مہیا ہوئی اور امید سے زیادہ ملی۔ان سب پر مستزاد یہ کہ مخلوق کے دلوں میں میری بے پایاں عقیدت وقبولیت کے چراغ روشن کر دیے، اور انھیں میری باتوں کا ایسا گرویدہ بنا دیا کہ ان کی صحت ودرستی کے سلسلہ میں ان پر کبھی کوئی شک نہیں گزرتا۔میرے ہاتھوں قریباً دوسو ذمی دامنِ اسلام میں آباد ہوئے، میری مجلسوں میں لاکھوں سے زیادہ خوش بختوں کو توبہ ورجوع نصیب ہوا اور کوئی بیس ہزار سے زیادہ ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا جو جاہلوں کے بس کی بات نہیں۔سماعِ حدیث کے سلسلے میں میں مشائخ کے گھروں کے طواف کرتا رہتا تھا، کبھی کبھی دوری کا اِحساس نفس کے لیے باعث مشقت بن جاتا، تاہم میں نے شوق کو امام بنا کر اپنے اس سفر کو جاری رکھا۔اندازہ لگاؤ کہ جب صبح ہوتی تو میز پر کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا، یوں ہی شام کے وقت بھی بھوکا رہنا پڑتا، تاہم مولا نے کبھی کسی انسان کے سامنے جھکنے کی ذلت سے بچائے رکھا، اور اس نے خود ہی کہیں سے میری عزت پر پردہ رکھنے کے لیے رزق کا انتظام فرما دیا۔اس طرح اگر میں اپنے احوال بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کرنے پر آ جاؤں تو دفتر اس کے متحمل نہ ہو سکیں گے۔تو مختصراً عرض یہ ہے کہ اب تم اپنے سر کی آنکھوں سے خود ہی دیکھو کہ میری حالت ونوبت کہاں پہنچ آئی ہے۔لو اُن ساری کیفیات کو میں اللہ کی اس آیت کی روشنی میں بیان کیے دیتا ہوں :وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ ، o)سورۂ بقرہ: ۲/ ۲۸۲) اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمھیں (سب کچھ) سکھا دے گا۔!

جواب آں غزل

مولانا علی عمران

مولانا علی عمران ایک جید عالم دین اور فیس بک کے مشہور لکھاری ہیں۔ممتاز قادری کی شہادت کے بعد ملک کے کچھ نام نہاد دینی اسکالرز نے گستاخِ رسول ﷺ کے قتل کے بارے میں فقہ حنفی پر اشکال کیے مولانا علی عمران صاحب نے ان کے تسلی بخش جوابات فقہ حنفی کی روشنی میں دیے ہیں۔(ادارہ)

فیس بکی حلقوں میں جناب ڈاکٹر طفیل ہاشمی صاحب کی ذات اور نام کسی تعارف کا محتاج نہیں...انہوں نے حالیہ توہین رسالت کے واقعات کے "ردعمل" میں کچھ سوالات غالباً اپنی وال پر شیئر کئے تھے، جن کو بعد میں افتخار محمد بھائی نے بھی شیئر کیا..سوالات دیکھے۔تو سنجیدہ نظر آئے اور سنجیدہ جوابات کے متقاضی، اب یہ عاجز تو خود کو کسی بھی درجہ میں کسی تحقیق کا اہل نہیں سمجھتا، لہذا دم سادھے رہا..کہ ان پر کسی فورم میں بحث ہو اور بات چلے ...ہاشمی صاحب نے مطالبہ فرمایا تھا کہ فقہی اور قانونی نکتہء نگاہ سے ان پر بات ہو...اب ہم ٹھہرے نہ فقیہ اور نہ ہی ماہر قانون..استعداد ایسی کہ خواندہ ناخواندہ برابر...مگر جب کسی طرف سے کوئی خاص التفات نہیں دیکھا، تو سوچا ہمت کر ہی لوں...لہذا بسم اللہ کر کے بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔بطور ناقل کم از کم سلف کا اس بارے میں منہج تو نقل کر سکتے ہیں، سو یہی کر لیتے ہیں۔

محترم ہاشمی صاحب نے پہلا سوال یہ رکھا ہے کہ "توہین رسالت کا مفہوم کیا ہے؟"

ہم ذیل میں مختلف فقہاء کے وہ اقوال نقل کرتے ہیں، جنکو انہوں نے توہین گردانا ہے۔

انہوں نے استقرائی طور پر جو شکلیں گنوائی ہیں، ان کی مدد سے بآسانی توہین کا حدودِ اربعہ متعین کیا جاسکتا ہے۔امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں، "جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کرے (گالی دے) یا تکذیب کرے یا عیب لگائے یا آپ ﷺ کی تنقیصِ شان کا مرتکب ہو، تو اس نے اللہ تعالٰی سے کفر کیا اور اس کی زوجہ اسکی نکاح سے نکل گئی .." (کتاب الخراج ص ۱۸۲، فتاوٰی شامی ج ۳ ص ۳۱۹) "کسی شے میں حضور ﷺ پر عیب لگانے والا کافر ہے..اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کوئی آپ ﷺ کے بال مبارک کو "شُعیر" کہے، تصغیر کے صیغے کے ساتھ، بجائے "شعر" کے، تو وہ کافر ہوجائیگا..اور امام ابوحفص الکبیر (حنفی) سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور ﷺ کے کسی بال کیطرف بھی عیب منسوب کیا، تو وہ کافر ہوجائیگا..اور امام محمد رح نے مبسوط میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے..

(شرح الشفاء، ج ۲ ص ۳۸۴، خلاصۃ الفتاوٰی ج ۴ ص ۳۶۳، فتاوٰی قاضیخان ج ۴ ص ۸۸۲)

قاضی عیاض رح فرماتے ہیں، "بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی..یا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ، آپ ﷺ کے نسب کی یا دین یا آپ ﷺ کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت کی.... یا آپ ﷺ پر طعنہ زنی کی یا جس نے بطریقِ اہانت یا تحقیر، شان مبارک یا ذات مبارک کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لئے حضور ﷺ کو کسی چیز سے تشبیہ دی، تو وہ حضور ﷺ کو گالی دینے والا ہے۔اسے قتل کیا جائیگا..ہم اس حکم میں قطعاً کوئی استثناء نہیں کرتے ..اور نہ اس میں کوئی شک کرتے ہیں..خواہ صراحتاً توہین ہو یا اشارتاً، کنایتاً..یہ سب علمائے امت اور اہلِ فتوٰی کا اجماع ہے...عہد صحابہ سے لے کر آج تک..(الشفاء ج ۲ ص ۲۱۴، الصارم المسلول ص ۵۲۵، طبع بیروت) لغوی اعتبار سے بھی سب کا معنی، "کسی چیز کے بارے میں ایسے کلمات کہے جائیں، جن سے اس چیز میں عیب و نقص پیدا ہوجائے (مرقاۃ) اور توہین میں سب و شتم کا حصہ سب سے زیادہ ہے...اور سب و شتم کے دائرے کے بارے میں حافظ بنِ تیمیہ رح لکھتے ہیں، "جو کلام عرف میں نقص، عیب، طعن کے لئے بولا جاتا ہے، وہ سب سب و شتم ہے.." (الصارم المسلول ص ۵۳۴) قانونی طور پر آئین کی دفعہ ۲۹۵ سی

قبل از پٹیشن، میں توہین کی مندرجہ ذیل سزا تحریر ہے..جس کے ضمن میں توہین کی شکل بھی آ گئی ہے.. پڑھیئے" جوکوئی عمداً، زبانی یا تحریری طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلا واسطہ اشارتاً یا کنایتاً نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا تنقیص کرے یا بے حرمتی کرے..، وہ سزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جائیگی" جبکہ بعد از پٹیشن یہ قرار پایا کہ اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا بطورِ حد صرف سزائے موت ہے..مندرجہ بالا اصولی اور جزئیاتی اشکال سے توہین کی مکمل شکل وجود میں آتی...اور ایک جامع صورت تشکیل پاتی ہے..

جس میں حضور ﷺ کی ذات یا نام کو استہزاء سے یاد کرنا، چاہے صراحتاً ہو، یا اشارتاً و کنایتاً..کسی نامناسب چیز سے کسی طرح تشبیہ دینا..یہ سب توہین ہے..اور قاضی عیاض رح کے الفاظ میں اس پر اجماع ہے..گویا یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ پاکستان کا موجودہ توہینِ رسالت کا قانون امت کا متفقہ قانون اور اصول رہا ہے۔اسی طرح اس کی سزا پر بھی امت کا اتفاق اور اجماع ہے۔توہین کا مسئلہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے، جس سے کوئی بھی معقول انسان انکار نہیں کرسکتا۔شخصیت عرفی کو مجروح کرنے پر ہم آئے دن دنیا کے کونے کونے میں مقدمات کی بھرمار دیکھ رہے..یورپی ممالک میں بھی توہین کا قانون موجود ہے اور اس پر شدید ترین سزائیں بھی مقرر ہیں..ان کے ہاں اسے بلاس فیمی کہا جاتا ہے...اس کا لغوی مطلب ہے اہانت..

لاطینی زبان میں خدا کے وجود اور دینِ مسیح کی صداقت سے انکار یا نجات دہندہ عالم یسوع مسیح کی اہانت...، اور انجیل مقدس کی تحقیقر اور تضحیک کو بلاس فیمی کہتے ہیں۔چلتے چلتے امریکہ کے اندر موکس کیس پر عدالت کی یہ رولنگ ذرا دیکھ لیں..

.....ان حالات میں کسی کو خدائے مسیحیت (اصل الفاظ یہ ہیں، God of christcan religion ie Jesuschrisst)

جناب مسیح کی شان میں گستاخی کی اجازت نہیں دی جاسکتی..کیونکہ اس کی وجہ سے مملکت کی بنیادوں میں رخنہ پڑتا ہے۔باقی اشکالات کے جوابات ان شاءاللہ دو تین قسطوں میں دینے کی کوشش کرونگا..تاکہ بات آسانی سے سمجھی جاسکے..

دوسرے سوال کو چھیڑنے سے پہلے توہین رسالت کے بارے میں امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ قند مکرر کے طور پر ذکر ہوجائے..

توہین رسالت کے باب میں امت کا اجماعی عقیدہ، جو قران وسنت، اجماع صحابہ اور اجماع آئمہ کا متفقہ عقیدہ ہے.....وہ یہ ہے کہ

توہین کرنے والا چاہے کافر ہو، چاہے مسلمان...، اس کو قتل کیا جائیگا۔احناف کا جو اختلاف غیر مسلم کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے، وہ محض نظری اختلاف ہے کہ توہین کرنے سے ذمی کا ذمہ بھی ٹوٹتا ہے یا نہیں...جمہور کے نزدیک اس کا ذمہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور وہ محاربی کی طرح ہوجاتا ہے..جبکہ متقدمین احناف کے نزدیک چونکہ وہ توہین سے بھی بڑے جرم یعنی کفر وشرک میں مبتلا ہے، لہذا ذمہ تو نہیں ٹوٹے گا، ہاں توہین پر اسے قتل کیا جائیگا..

اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ احناف کے ہاں اگر ذمی کسی مسلمان عورت سے زنا کرے، تب بھی اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا..لیکن زنا کی وجہ سے جو سزا اسے ملنی ہوگی...سنگسار کرنے یا کوڑوں کی..وہ تو اسے پھر بھی ملے گی..بعینہ توہین کی وجہ سے ذمہ تو نہیں ٹوٹتا، مگر سزا توہین کی ملے گی...یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ متاخرین احناف تو نقض ذمہ کے ہی قائل ہیں..

اس سلسلے میں خالص حنفی فقہاء کا مذہب پڑھیے..

علامہ خیر الدین رملیؒ "شاتم رسول ﷺ کو بہر طور بطور حد قتل کرنا ضروری ہے..اس کی توبہ بالکل بھی قبول نہیں کی جائیگی..خواہ یہ توبہ گرفت کے بعد ہو یا اپنے طور پر تائب ہوگیا ہو..کیونکہ ایسا شخص زندیق کیطرح ہوجاتا ہے..، جسکی توبہ قابل توجہ نہیں..اور اس میں کسی مسلمان کے اختلاف کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا..اس جرم کا تعلق حقوق العباد سے ہے..یہ صرف توبہ سے ساقط نہیں ہوسکتا..، جس طرح دیگر حقوق (چوری، زنا) توبہ سے ساقط نہیں ہوتے۔اور جس طرح حدِ تہمت توبہ سے معاف نہیں ہوتی..یہی سیدنا ابوبکر، امام اعظم، اہل کوفہ اور امام مالک کا مذہب ہے..(تنبیہ الولاۃ والحکام ص ۳۲۸) علامہ شامی رح امت کی رائے یوں بیان کرتے ہیں.."تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ گستاخِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل واجب ہے..اور امام مالک، امام ابولیث، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق اور امام شافعی..حتیٰ کہ سیدنا ابوبکر رض ان تمام کا مسلک یہی ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے..(فتاوی شامی، ج ۳ ص ۳۱۸) فقہ حنفی کے معتبر امام ابن ہمام لکھتے ہیں، "جو شخص حضور ﷺ سے بغض رکھے، وہ مرتد ہوجاتا ہے...، گالی دینے والا تو بطریق اولیٰ مرتد ہوگا..ہمارے مزدیک ایسے شخص کو بطور حد قتل کرنا ضروری ہے۔اور اس کی توبہ کو قبول کرتے ہوئے قتل

معاف نہیں کیا جائیگا..اہل کوفہ، امام مالک، بلکہ سیدنا ابوبکر سے یہی منقول ہے..(فتح القدیر ج ۴ ص ۴۰۷ اس تفصیل کے بعد آتے ہیں ڈاکٹر طفیل ہاشمی صاحب کے دوسرے سوال کی طرف..ڈاکٹر صاحب فرماتے ہین،"کیا پاکستان کی پارلیمنٹ کی منظور کردہ توہین رسالت کے قانون پر تنقید بھی توہین رسالت قرار پائیگی؟

تو عرض ہے کہ یہ قانون محض ایک قانون نہیں، بلکہ کتاب وسنت کا بیان کردہ وہ قاعدہ ہے، جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماعِ سکوتی اور آئمہ فقہاء کے اجماع سے وجود پایا ہے..

سو یہ بعینہ اسلامی قانون ہے..

اب یہ ذہن میں رکھیں.اور سوال کو دیکھیں، تو تنقید کی بظاہر چار معقولی شکلیں بنتی ہیں..

ایک تو اس قانون کا استہزاء اڑانا،

دوسرے اس کو مطلقاً غلط ٹھہرانا

تیسرے اس کو قرآن وسنت پر پیش کر کے پرکھنا کہ یہ قران وسنت کے مطابق ہے یا نہیں..

اور چوتھی شکل تنقید کی یہ بنتی ہے کہ اس کے تنفیذ اور رپورٹ درج کرانے کی طریقہء کار پر بحث ہو۔

اس میں پہلی شکل کا حکم تو بالکل واضح ہے..اور مسلمانوں کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ کسی ادنیٰ امر دینی کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے..

لہذا استہزاء واستخفاف کا حکم تو واضح ہے..

دوسری صورت کہ اس قانون کو غلط قرار دے..تو عرض ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والے کے بارے میں خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے۔"ملعونین اینما ثقفوا اخذوو قتلوا تقتیلا" کہ جہاں ملے، پکڑ لو اور قتل کردو..گویا گستاخ کا حکم قطعی طور پر ثابت ہوا..علاوہ ازیں اس حکم پر صحابہ کرام سے لے کر آج تک امت کے فقہاء کا تعامل ہے..گویا تواتر معنوی بھی ہے..

اور قطعی و متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے...لہذا اس اعتبار سے بھی وہ گستاخ ہی ٹھہرے گا..

اگر وہ دعویٰ کسی دلیل کا بھی کرے، تو چونکہ یہ دعویٰ ناشی بلا دلیل ہوگا، یوں یہ منکر بھی کفر وارتداد اور زندقہ کا مستحق ٹھہرے گا..دوسرے حدود میں تو شبہ قتل کو ختم کرتا ہے..مگر توہین رسالت میں ایسا نہیں..جیسے کہ دربار رسالت میں کئی ایسے واقعات ہوئے، جن میں جانثار نے پہلے شاتم کو ختم کیا، پھر دربار رسول میں حاضر ہوا، تو مقتول کا دم ھدر کردیا گیا..حلانکہ کئی سارے شبہات پیدا ہوسکتے ہیں ...جبکہ دوسری طرف نبوی دربار سے کسی تلوار کے سائے میں کلمہ پڑھنے والے کے قتل پر بھی اظہار بریئت کیا گیا..جبکہ توہین رسالت تو وہ شے ہے، جس میں محض شتم کے کنائے پر حدلگ سکتی ہے..

علامہ شوکانی رح نے فتح القدیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رض کے حوالے سے بیان کیا کہ اس آیت (لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا....الخ) کے نزول کے بعد مسلمانوں کا عقیدہ ہوگیا کہ کوئی شخص ایسا لفظ ستعمال کرے، جس میں توہین رسالت کا احتمال ہو، تو وہ واجب القتل ہے..اس کی توثیق اس حدیث سے ہوجاتی ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رض کو معلوم ہوا کہ یہودی لفظ"راعنا" رسول ﷺ کے بارے میں بطور تشنیع استعمال کرتے ہیں تو آپ نے یہودیوں سے کہا،"اے یہودیو...!تم پر اللہ کی لعنت ہو، آئندہ سے اگر میں نے تم میں سے کسی کا لفظ راعنا کہتے ہوئے سنا، تو اس کی گردن اڑادونگا..(علامہ شوکانی، فتح القدیر ج ا ص ۱۲۴، ۱۲۴) تیسری اور چوتھی صورت کہ قانون کو قرآن وسنت پر پیش کرنا یا تعمیل وتنفیذ اور رپورٹنگ کے طریقہء کار پر تنقید کرنا...تو بہرحال یہ ارتکابِ توہین نہیں..جب تک کہ قرینہ قاطع نہ پایا جائے..تاہم چونکہ شاتم رسول کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں شتم کا واہمہ بھی پایا جائے، تب بھی وہ مشکوک ہوجاتا ہے..مشہور حنفی عالم علامہ محی الدین کا فرمان ہے..،"اگر کوئی صراحتاً حضور ﷺ کی حرمت کا انتہاک نہیں کرتا، بلکہ کنایتاً ایسا کرتا ہے، تو حاکم کو چاہیئے کہ کلام کے سیاق وسباق، قرائن، اس آدمی کے حالات، نظریاتِ مشہورہ اور دیگر اقوال وتصانیف واعمال کو پیش رکھ کر فیصلہ کرے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ" یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم" والی صورت پیدا نہ ہو..ایسی صورت میں قرینہء قاطع سے کام لینا چاہیئے..قرینہء قاطع ایسی علامت کو کہتے ہیں، جو یقین کی حد تک پہنچ جائے...گویا ان دوشقوں پر بھی ہر کسی کو بولنے کا اختیار نہیں..ہاں صالح فکر اور متدین اہل فن کے لئے گنجائش ہے..مگر ان کی بھی حاکم کی طرف سے کڑی نگرانی ہو...کہ بعض اوقات بھیڑ کی لباس میں بھیڑیا ہوتا ہے..بہرحال معاملہ بے حد اہم ہے کیونکہ حکم ہے کہ با محمد ہوشیار باش..اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی اور اپنے حبیب کی ایسی محبت نصیب فرمادے، جو ہماری رگ رگ اور ریشے ریشے میں سرایت کرجائے..اور ہر شک وشبہ کو دل سے نکال باہر کردے۔

جاری ہے۔

جھوٹ کا عالمی دن

اپریل فول سے بچئے

مولانا محمد صدیق مدنی۔چمن

نوٹ: محترم مضمون نویس ایک دینی سیاسی جماعت کے رکن ہیں۔ادارے کا ان کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

یہاں ہمیں یہ ایک بات اچھی طرح ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ جھوٹے پر اللہ کی لعنت برستی ہے، مگر یہ جانتے ہوئے بھی کہ جھوٹ بولنا عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے افسوس ہے کہ جیسے ہم دیدہ ودانستہ جھوٹ بول کر اللہ کے عذاب کو چیلنج کررہے ہیں۔اپریل فول دوسروں کیساتھ عملی مذاق کرنے اور بے وقوف بنانے کا غیر اسلامی تہوار ہے۔اسکا خاص دن اپریل کی پہلی تاریخ ہے۔یہ یورپ سے شروع ہوا اور اب ساری دنیا میں شہرت پیدا کی ہے۔اپریل پول 1508 سے 1539 تک صرف یورپ میں منایا جاتا تھا اور اٹھارویں صدی میں برطانیہ میں منانے لگے اور اب چند سالوں سے پورے دنیا میں لوگ اسے منانے لگے ہیں۔

ہمارے وطنِ عزیز پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے نصب صدی سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اور یہ کمال صرف پاکستان قوم کو ہی حاصل ہے کہ اِس عرصے میں ہماری قوم اپنے حکمرانوں، سیاستدانوں اور قومی اداروں کے سربراہان کے حوالوں سے مسلسل بولے جانے والے جھوٹ (جھوٹے وعدوں اور جھوٹے دعووں) کی وجہ سے فُول بنتی آئی ہے اَب ایسی قوم جو اپنے قیام سے لے کر اَب تک روزانہ ہی کسی نہ کسی حوالے سے فول بننے میں کمال کی مہارت رکھتی ہے، ایسی اپنی قوم سے متعلق راقم الحرف کا خام خیال یہ ہے کہ ہماری قوم جو پچھلے 68 سالوں سے فُول بنتی آئی ہے کیا ابھی اِسے کسی اَپریل فُول کی کیا ضرورت ہے...؟ جو صرف ایک دن کے لئے ہی فُول بنانے کے لئے مختص کیا گیا ہو، ارے..! میرے بھائی ہماری پاکستانی قوم تو گزشتہ 68 سالوں میں جس طرح فُول بنی ہے یہ اِس کا ہی ظرفِ عظیم ہے اور یار..! یہ اِس کی ہی ہمت ہے کہ یہ پلے درجے کی فُول قوم ہو کر بھی ابھی تیار ہے کہ چند دِنوں بعد جو اپنے پرائے اور سب سے جھوٹ بول کر فُول بنانے کے لئے یکم اپریل المعروف اپریل فُول یا جھوٹ بولنے اور ہولنا کی پھیلانے کا عالمی دن آرہا ہے اِس میں بھی اپنے جھوٹے حکمرانوں، سیاستدانوں اور دیگر اشخاص کی جانب سے بولے جانے والے کسی جھوٹ پر پھر فُول بنے گی۔اَب ایسے میں ہم کیا یہ سمجھ لیں کہ یکم اپریل ہو یا سال کے 365 دن روز فُول بننا مجھ سمیت میری قوم کا مقدر بن کر رہ گیا ہے۔

بہرکیف..! یہاں ہمیں یہ ایک بات اچھی طرح ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ جھوٹے پر اللہ کی لعنت برستی ہے، مگر یہ جانتے ہوئے بھی کہ جھوٹ بولنا عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے افسوس ہے کہ جیسے ہم دیدہ ودانستہ جھوٹ بول کر اللہ کے عذاب کو چیلنج کررہے ہیں، اور اَب کیا یہ کسی عذاب سے کم ہے...؟ کہ اللہ نصب صدی سے ہم پر ایسے حاکم مسلط کررہا ہے جو کہ اپنی نااہلی اور ناعاقبت اندیشی کے باعث کسی بھی لحاظ سے کسی عذاب سے کم نہیں ہیں، آج اگر قوم کو ایسے حکمرانوں سے چھٹکارہ چاہئے تو اِس پر یہ لازم آتا ہے کہ یہ مُلک میں اگلے برسوں میں ہونے والے انتخابات سے قبل دیدہ ودانستہ جھوٹ بولنے اور جھوٹے وعدے اور دعوے کرنے والے حکمرانوں، سیاستدانوں اور قومی اداروں کے جھوٹے سربراہان کے پیچھے دُم ہلا کر چلنے سے توبہ کرلے تو پھر قوم خُود یہ دیکھ لے گی کہ اِس پر اللہ ربِ کائنات اپنی اگلے انتخابات میں کیسی مدد کرتا ہے اور پھر قوم کو خُود نظر آجائے گا کہ اللہ اِس پر اِس کی مرضی کے مطابق اچھے نیک وصالح اور

سچے وعدے اور سچے دعوے کرنے والے حکمران مسلط کردے گا مگر اِس کے لئے شرط صرف یہ ہے کہ قوم اپنا احتساب کرے اور یکم اپریل المعروف اپریل فُول تو کیا سال کے 365 دن فخریہ انداز سے جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور سچ بولنا شروع کردے تو پھر اِسے ہر حال میں اللہ کی مدد سے وہ سب کچھ حاصل ہوجائے گا یہ جس کے لئے نصب صدی سے منتظر ہے اور کیا یہی اچھا نہیں ہوگا کہ اِس کے نہ جھوٹ بولنے اللہ اِس پر حقیقی معنوں میں نیک اور متقی پرہیزگار حاکم مسلط کردے جو موجودہ تمام مسائل سے چھٹکارے کا باعث بنے مندرجہ بالا ساری باتوں کے علاوہ میں یہاں اپنے معاشرے سے تعلق رکھنے والے ایک فرد قمرالزماں کے ساتھ بیس سال قبل یکم اپریل یعنی اپریل فُول پر پیش آئے اُس واقعہ کا تذکرہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جس کے ایک جھوٹ نے اِس کی محبت کرنے والی بیوی کائنات جہاں اور اِس کی تین بیٹیوں اور اِس کے چند گھنٹوں کے نومولود بیٹے احمد زماں سے اِن کی شفیق ماں چھین لی تھی آج تک جس کا پچھتاوا قمرالزماں کو ہے اور اَب قمرالزماں کا یہ حال ہے کہ جب سے اِس کی زندگی میں یکم اپریل یا اپریل فُول کا دن آتا ہے تو اِس کی نظروں میں وہ سارے مناظر گھوم جاتے ہیں جو اِس کی زندگی میں بیس سال پہلے قیامت بن کر آئے تھے، بقول قمرالزماں واقعہ کچھ یوں ہے کہ اِس کے ماموں کی بڑی بیٹی جس کا نام کائنات جہاں تھا اِس کے ساتھ اِس کی شادی ہوئی یہ اِس سے دو سال چھوٹی تھی مگر خوبصورت تھی یوں دونوں کے والدین کی مرضی سے شادی ہوگئی، شادی کے پہلے سال قمرالزماں ایک بیٹی کا باپ بن گیا، مگر اِسے بیٹے کی شدد سے خواہش تھی دو سال بعد بیٹے کے چکر میں پھر بیٹی پیدا ہوگئی، یوں بیٹے کی خواہش اور تڑپ اور پھر کوشش کی ایک اور بیٹی پیدا ہوگئی، جب اُوپر تلے تین بیٹیاں ایک ساتھ پیدا ہوگئیں تو اِس نے اپنی بیوی کائنات جہاں کو سخت لہجے میں وارننگ دے دی کہ اگر اِس مرتبہ بیٹا پیدا نہ ہوا تو وہ اِسے اسپتال ہی میں طلاق دے دے گا، یہ اُس زمانے کی بات ہے جب ہمارے یہاں میڈیکل میں بالخصوص مدر شعم میں پتہ لگانے والی یہ ٹیکنالوجی کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ لڑکی ہے یا لڑکا یہ اتنی عام نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی ایسا کچھ تھا کہ الٹرا ساونڈ وغیرہ ہوتا تھا بس ایک عام سا ہی قدیم پیدایشی طریقہ رائج تھا، بہرحال . . ! قصہ مختصر یہ کہ جس روز قمرالزماں کے چوتھے بچے کی پیدائشی اُس روز قمرالزماں صبح ہی سے اسپتال میں موجود تھا اور اِس کا چوتھا بچہ سیزر (یعنی کہ بڑے آپریشن سے ہوا تھا اِس کی بیوی کو ہوش نہیں آیا تھا اُسے تو یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ آج اِس کے وجود سے جس جو بچے نے جنم لیا ہے وہ لڑکا ہی کہ لڑکی ؟ مگر چوں کہ پیدائش ضروری تھی اِس لئے کائنات جہاں کو اِس عمل سے بھی ضرور گزرنا تھا اور وہ گزر گئی تھی) آج کائنات جہاں نے بیٹا جنم دے کر اپنی کائنات مکمل کرلی تھی ابھی کائنات جہاں عالمِ بے ہوشی ہی میں تھی کہ دوسری طرف لیبر روم سے باہر کوری ڈور میں قمرالزماں اور اِس کی چھوٹی تینوں بیٹیوں اور اِس کے تمام گھر والوں سمیت اِس کے سُسرالی بھی بہت خوش تھے اِسی دوران قمرالزماں کو ایک اچھوتا آئیڈیا آیا اور اِس نے سوچا کہ کیوں نہ یہ اپنی بیوی کائنات جہاں سے کوئی ایسا مذاق کرلے جو ساری زندگی کے لئے یادگار بن جائے اور آج تو ویسے بھی یکم اپریل ہے اور اپریل فُول ہے چلو اچھا موقعہ ہے آج اِس خوشی کے موقعہ پر اپنی بیوی کائنات جہاں سے ہی مذاق کرکے اپریل فُول بنایا جائے اور اِس نے اپنی اِس اپریل فول والی پلاننگ میں سب کو شامل کیا اور سب کو بتادیا کہ کائنات جہاں کو جب ہوش آئے گا تو وہ سب سے پہلے غصے میں اِس کے سامنے جائے گا اور کہے گا کہ ''کائنات اِس مرتبہ بھی تم نے چوتھی بیٹی پیدا کردی ہے اور میں اپنے کہئے ہوئے پر قائم ہوا اور میں تمہیں آج اور ابھی اور اِسی وقت طلاق دیتا ہوں'' کائنات جہاں کو جیسے ہی ہوش آیا اور اِسے لیبر روم سے وارڈ میں شفٹ کیا گیا تو قمرالزماں نے اپنی پلاننگ کے مطابق ویسا ہی کیا اور اِس نے اپنے سوچے ہوئے وہ سارے ہی جملے ہو بہو'' کائنات اِس مرتبہ بھی تم نے چوتھی بیٹی پیدا کردی ہے اور میں اپنے کہئے ہوئے پر قائم ہوا اور میں تمہیں آج اور ابھی اور اِسی وقت طلاق دیتا ہوں'' کائنات جہاں کے سامنے اپنی گرجدار آواز میں اُنڈیل دیئے مگر قبل اِس کے کہ قمرالزماں اپنی صفائی میں مزید کچھ اور کہتا کہ اتنا سُننا ہی تھا کہ کائنات جہاں کو یہ سب کچھ سچ لگا اور وہ یہ صدمہ برداشت نہ کرسکی اُسے آناً فاناً ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ پلک جھپکتے ہی اللہ کو پیاری ہوگئی، چونکہ یہ ساری منصوبہ بندی خود قمرالزماں کی اپنی ہی کی ہوئی تھی آج تک اِس وجہ سے قمرالزماں خود کو قصوروار سمجھتا ہے اور اَب جب بھی اِس کی زندگی میں یکم اپریل کا دن آتا ہے وہ اپنی بیوی سے جدائی کے غم میں تڑپ سا جاتا ہے۔ بقیہ (34) پر



تفسیر قرآن کے بارے میں ایک شدید غلط فہمی

مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ قرآن کریم کی تفسیر ایک انتہائی نازک اور مشکل کام ہے، جس کے لیے صرف عربی زبان جان لینا کافی نہیں، بلکہ تمام متعلّقہ علوم میں مہارت ضروری ہے، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ مفسر قرآن کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کے نحو وصرف اور بلاغت و ادب کے علاوہ علم حدیث، اصول فقہ و تفسیر اور عقائد وکلام کا وسیع وعمیق علم رکھتا ہو، کیونکہ جب تک ان علوم سے مناسبت نہ ہو، انسان قرآن کریم کی تفسیر میں کسی صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا۔

افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں یہ خطرناک وبا چل پڑی ہے کہ بہت سے لوگوں نے صرف عربی پڑھ لینے کو تفسیر قرآن کے لیے کافی سمجھ رکھا ہے، چنانچہ جو شخص بھی معمولی عربی زبان پڑھ لیتا ہے، وہ قرآن کریم کی تفسیر میں رائے زنی شروع کر دیتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ عربی زبان کی نہایت معمولی شُدھ بُدھ رکھنے والے لوگ جنہیں عربی پر بھی مکمل عبور نہیں ہوتا، نہ صرف من مانے طریقے پر قرآن کی تفسیر شروع کر دیتے ہیں بلکہ پُرانے مفسرین کی غلطیاں نکالنے کے درپے ہوجاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض ستم ظریف تو صرف ترجمے کا مطالعہ کر کے اپنے آپ کو قرآن کا عالم سمجھنے لگتے ہیں اور بڑے بڑے مفسرین پر تنقید کرنے سے نہیں چُوکتے۔

خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ یہ انتہائی خطرناک طرزِ عمل ہے جو دین کے معاملہ میں نہایت مہلک گمراہی کی طرف لے جاتا ہے، دنیوی علوم و فنون کے بارے میں ہر شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص محض انگریزی زبان سیکھ کر میڈیکل سائنس کی کتابوں کا مطالعہ کرلے تو دنیا کا کوئی صاحب عقل اُسے ڈاکٹر تسلیم نہیں کرسکتا، اور نہ اپنی جان اس کے حوالے کرسکتا ہے، جب تک کہ اس نے کسی میڈیکل کالج میں باقاعدہ تعلیم وتربیت حاصل نہ کی ہو، اس لیے کہ ڈاکٹر بننے کے لیے صرف انگریزی سیکھ لینا کافی نہیں، بلکہ باقاعدہ ڈاکٹری کی تعلیم وتربیت حاصل کرنا ضروری ہے، اسی طرح کوئی انگریزی داں انجینئر تسلیم نہیں کرسکتا، اس لیے کہ یہ کام صرف انگریزی زبان سیکھنے سے نہیں آسکتا، بلکہ اس کے لیے ماہر اساتذہ کے زیر تربیت رہ کر ان سے باقاعدہ اس فن کو سیکھنا ضروری ہے، جب ڈاکٹر اور انجینئر بننے کے لیے یہ کڑی شرائط ضروری ہیں تو آخر قرآن وحدیث کے معاملہ میں صرف عربی زبان سیکھ لینا کیسے کافی ہوسکتا ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں ہر شخص اس اصول کو جانتا اور اس پر عمل کرتا ہے کہ ہر علم وفن کے سیکھنے کا ایک خاص طریقہ اور اس کی مخصوص شرائط ہوتی ہیں، جنہیں پورا کئے بغیر اس علم وفن میں اس کی رائے معتبر نہیں سمجھی جاتی، تو آخر قرآن وسنت اتنے لاوارث کیسے

ہو سکتے ہیں کہ ان کی تشریح وتفسیر کے لیے کسی علم وفن کے حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہو، اور اس کے معاملہ میں جو شخص چاہے رائے زنی شروع کر دے ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ (۵۴:۱۷)

''اور بلاشبہ ہم نے قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے''۔

اور جب قرآن کریم ایک آسان کتاب ہے تو اس کی تشریح کے لیے کسی لمبے چوڑے علم وفن کی ضرورت نہیں، لیکن یہ استدلال ایک شدید مغالطہ ہے جو خود کم فہمی اور سطحیّت پر مبنی ہے، واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ آیتیں ہیں جن میں عام نصیحت کی باتیں، سبق آموز واقعات اور عبرت وموعظت کے مضامین بیان کیے گئے ہیں ،مثلاً دنیا کی ناپائداری، جنت ودوزخ کے حالات، خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا کرنے والی باتیں، اور زندگی کے دوسرے سیدھے سادے حقائق، اس قسم کی آیتیں بلاشبہ آسان ہیں، اور جو شخص بھی عربی زبان سے واقف ہو وہ انہیں سمجھ کر نصیحت حاصل کر سکتا ہے، مذکورہ بالا آیت میں اسی قسم کی تعلیمات کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کو ہم نے آسان کر دیا ہے، چنانچہ خود اس آیت میں لفظ لِلذِّکْرِ (نصیحت کے واسطے) اس پر دلالت کر رہا ہے۔اس کے برخلاف دوسری قسم کی آیتیں وہ ہیں جو احکام و قوانین، عقائد اور علمی مضامین پر مشتمل ہیں، اس قسم کی آیتوں کا کماحقہ، سمجھنا اور ان سے احکام و مسائل مستنبط کرنا ہر شخص کا کام نہیں جب تک اسلامی علوم میں بصیرت اور پختگی حاصل ہ ہو، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مادری زبان اگر چہ عربی تھی، اور عربی سمجھنے کے لیے انہیں کہیں تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے میں طویل مدتیں صرف کرتے تھے، علّامہ سیوطیؒ نے امام ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ سے نقل کیا ہے کہ جن حضرات صحابہؓ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے، مثلاً حضرت عثمان بن عفّانؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ انہیں نے ہمیں بتایا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی دس آیتیں سیکھتے تو اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک ان آیتوں کے متعلق تمام علمی اور عملی باتوں کا احاطہ نہ کر لیں، وہ فرماتے تھے کہ:۔

فتعلّمنا القراٰن و العلم و العمل جمیعاً

''ہم نے قرآن اور علم وعمل ساتھ ساتھ سیکھا ہے'' (اتقان ۲ / ۱۷۲)

چنانچہ مؤطا امام مالکؒ میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صرف سورہ بقرہ یاد کرنے میں پورے آٹھ سال صرف کئے، مسند احمدؒ میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جو شخص سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھ لیتا ہماری نگاہوں میں اُس کا مرتبہ بہت بلند ہو جاتا تھا (اتقان ۲ / ۱۷۲ نوع ۷۷) غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ حضرات صحابہؓ جن کی مادری عربی تھی، جو عربی کے شعر وادب میں مہارت تامّہ رکھتے تھے، اور جن کو لمبے لمبے قصیدے معمولی توجہ سے ازبر ہو جایا کرتے تھے، انہیں قرآن کریم کو یاد کرنے اور اس کے معانی سمجھنے کے لیے اتنی طویل مدّت کی کیا ضرورت تھی کہ آٹھ آٹھ سال صرف ایک سورت پڑھنے میں خرچ ہو جائیں؟ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قرآن کریم اور اس کے علوم کو سیکھنے کے لیے صرف عربی زبان کی مہارت کافی نہیں تھی، بلکہ اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تعلیم سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا، اب ظاہر ہے کہ جب صحابہ کرامؓ کو عربی زبان کی مہارت اور نزول وحی کا براہ راست مشاہدہ کرنے کے باوجود ''عالم قرآن'' بننے کے لیے باقاعدہ حضورؐ سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت تھی تو نزول قرآن کے سینکڑوں سال بعد عربی کی معمولی شُدبُد پیدا کر کے یا صرف ترجمے دیکھ کر مفسّر قرآن بننے کا دعویٰ کتنی بڑی جسارت اور علم و دین کے ساتھ کیسا افسوسناک مذاق ہے؟ ایسے لوگوں کو جو اس جسارت کا ارتکاب کرتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ:۔

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوّأ مقعدہ فی النّار

''جو شخص قرآن کے معاملہ میں علم کے بغیر کوئی بات کہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنّم میں بنا لے'' (ابوداؤدؒ، از اتقان ۲ / ۱۷۹)

اور۔من تکلّم فی القراٰن برأیہ فأصاب فقد أخطأ

''جو شخص قرآن کے معاملے میں (محض) اپنی رائے سے گفتگو کرے اور اس میں کوئی صحیح بات بھی کہدے تب بھی اس نے غلطی کی'' (ابوداؤد نسائیؒ، از اتقان ۲ / ۱۷۹)



پاکستان کے موجودہ حالات کا ذمہ دار کون؟

تحریر۔ اسامہ بن نسیم کیانی

14 آگست 1947 کو برصغیر کے بطن سے ''پاکستان'' نامی مملکت نے جنم لیا۔ پاکستان کے بننے میں مصورِ پاکستان علامہ اقبال کا خواب قائدِ اعظم محمد علی جناح کی انتھک محنت، مولانا اشرف علی تھانوی کی حمایت اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی طویل جدوجہد شامل تھی۔ اتنی طویل جدوجہد کا مقصد محض ایک الگ ''ریاست'' ہی بنانا نہیں تھا بلکہ ایک ایسا نظامِ ریاست بھی تشکیل دینا تھا جو اسلام کے اصولوں پر مبنی ہو اور تمام مذاہب، مسالک اور اقوام کو مکمل مذہبی آزادی اور گزارنے کے لیے تمام بنیادی سہولیات مہیا کی جائیں گی۔ تاہم پاکستان بننے کے بعد سے ہی سیکولر اور لبرل لابی حقیقی پاکستان کا راستہ روکنے کے لیے متحد ہوگئی، اور حکومت، بیوروکریسی سمیت تمام قومی اداروں میں اپنی جگہ بنالی۔ اور فلاحی اسلامی مملکت کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ جب علماء و اکابرین کو اس بات کا احساس ہوا تو اُنھوں نے مسلک و فرقہ کی پرواہ کیے بغیر اکٹھے ہوکر ایک سمت کے تعین کا فیصلہ کیا۔ مختلف اجلاسوں، مشاروتوں اور گفت وشنید کے بعد ملک بھر کے جید علماء نے ایک مسودہ تیار کیا اور 12 مارچ 1949 کو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے یہ مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ یہ مسودہ ''قراردادِ مقاصد'' کے نام سے مشہور ہوا۔ وزیرِ اعظم پاکستان لیاقت علی خان نے قراردادِ مقاصد کی مکمل حمایت کی، تاہم بیرونی دباؤ اور طاقتور سیکولر لابی کے باعث وہ کچھ کرنہ پائے۔ قراردادِ مقاصد میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے علاوہ اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی اور حقوق دینے کی بات کی گئی۔ قراردادِ مقاصد نے اُن مقاصد کی نشاندہی کی جن کے لیے 7 لاکھ جانوں کی قربانی دے کر یہ ملک حاصل کیا گیا۔ سیکولر اور لبرل طبقہ مضبوط ہوتا چلا گیا اور اُس نے اسلام کو مسجد و محراب تک محدود کرنے کی سرتوڑ کوشش کی اور ریاستی معاملات سے اسلام کا صفایا کرنے کی کوشش کی مگر اسلام پسند مسلمانوں نے ایسا نہ ہونے دیا اور یوں ''ملا'' اور ''مسٹر'' کی ایک تفریق پیدا کردی گئی۔ مسٹر کا اصرار ہے کہ ملک کے معاملات سے مذہب کا عمل دخل نکال کر ایک مادر پدآزاد معاشرہ تشکیل دے دیا جائے اور پاکستان میں ''یورپ'' بنادیا جائے۔ جبکہ دوسرا طبقہ اور عوام کی اکثریت ریاستی معاملات کو اسلام کے نظام کے مطابق چلانے کی خواہاں ہے۔ سلام پسند طبقے نے پُرامن جدوجہد کے ذریعے مقصدِ تکمیلِ پاکستان پورا کرنے کیو کوشش کی تو دوسری طرف لبرل طبقہ بھی میدان میں آگیا، اور اس جدوجہد کا راستہ روکنے کی کوشش کی، تاہم اسلام پسند طبقے نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ ۔ایک بات قابلِ افسوس ہے کہ ہمیشہ لبرل، سیکولر یا پھر ایسا طبقہ اقتدار میں آتا رہا جو اسلام سے کوسوں دور تھا۔ اور اسلام کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتا رہا۔ اور اقتدار میں آکر اسلام کو بھول گیا

بقیہ صفحہ (29) پر

بات واضح ہو چکی!

اور یا مقبول جان

عوام نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تم وہ بزدل اور مصلحت کوش ہجوم ہو جو صرف اپنے نہیں، بلکہ اپنے آقاؤں کے مفاد میں لکھتا اور بولتا ہے!

ان کا ایک خاص طریقۂ کار ہے۔ پاکستان میں کسی بھی قسم کی کوئی برائی، ظلم، زیادتی ہو، انہوں نے بدنام کرنے کے لیے اسلام کو نشانہ ضرور بنانا ہوتا ہے!

میڈیا کو یہ داڑھی اور عمامے والے نظر نہ آئے جو کہہ رہے تھے کہ ہم امن کی ضمانت دیتے ہیں!

وہ جن کو زعم تھا کہ ہم رائے عامہ تخلیق کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کو آزادیٔ اظہار کا راستہ دکھاتے ہیں۔ ہمیں صحافتی آزادی کسی ڈکٹیٹر نے تحفے میں نہیں دی، بلکہ ہم نے مدتوں جدوجہد کر کے یہ آزادی حاصل کی۔ 29 فروری اور یکم مارچ 2016ء کو لوگوں نے ان کے یہ تمام دعوے غلط ثابت ہوئے۔ عوام نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تم وہ بزدل اور مصلحت کوش ہجوم ہو جو صرف اپنے نہیں، بلکہ اپنے آقاؤں کے مفاد میں لکھتا اور بولتا ہے۔ جس آزادیٔ صحافت اور حرمت قلم کو وہ اپنا آدرش اور مقصد حیات سمجھتے تھے، کوئی اتنی آسانی سے ان سے چھین کے لے جائے گا۔ پورے ملک میں پھیلے لاکھوں صحافیوں میں سے کسی ایک نے بھی صدائے احتجاج بلند نہ کی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کے چند پروگراموں پر افتخار چوہدری کی بحالی کی تحریک میں پرویز مشرف نے پابندی لگائی تھی تو وہ تمام اینکر پرسن اپنے پروگرام لے کر اسلام آباد کی ایک سڑک پر آ گئے تھے اور وہاں عوام کے سامنے اپنے پروگرام منعقد کرتے، لیکن ان سب کو ان دو دنوں میں یہ سب کچھ یاد نہ آیا۔ اپنے خوبصورت دفاتر میں بیٹھے اس بات پر بحث کرتے رہے کہ ٹھیک ہوا یا نہیں ہوا؟ لیکن شاید سب لوگ یہی چاہتے تھے۔

ذرا اس پورے قصے کی تاریخ میں جائیں تو آپ کو میڈیا کے بڑے بڑے نام اس داستان سے کھیلتے ہوئے اور اپنا مقصد حاصل کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ جس دن آسیہ کو توہین رسالت کے جرم میں عدالت سے سزا ہوئی تو اس دن سے لے کر سلمان تاثیر کے واقعے تک آپ تمام ٹی وی چینلز کے پروگرام ملاحظہ کریں۔ آپ کو یہ سب کے سب عدالت، قانون، انصاف اور حکومت کا مذاق اڑاتے نظر آئیں گے۔ مملکتِ خداداد پاکستان کی وہ این جی اوز جو اس ملک میں موجود مغرب کے سفارت خانوں سے ایک خاص نظریے اور مقصد کی ترویج کے لیے مسلسل مدد حاصل کرتی ہیں، جن کے گروہ کو سول سوسائٹی کا نام دیا جاتا ہے۔ ایسا گمراہ کن نام جیسے 18 کروڑ لوگوں میں یہ چار یا پانچ سو لوگ ہی سول ہیں، جب کہ باقی پوری قوم تو غیر مہذب یا غیر سول ہیں۔ ان پروگراموں میں ان کے کرتا دھرتا لوگ آ کر آسیہ کی سزا، عدالت اور توہین رسالت کے قانون پر بحثیں کرتے رہے۔ ان کے لہجے میں تمسخر بھی تھا اور تحقیر بھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر پروگرام میں گورنر سلمان تاثیر کو بلاوجہ گھسیٹا گیا۔ میڈیا کے یہ کرتا دھرتا جانتے تھے کہ وہ اس بارے میں کیسے خیالات رکھتا ہے، لیکن میڈیا کو تو اپنا چورن بیچنا تھا۔ ریٹنگ کی دھن میں پاگل ہوئے یہ سب لوگ اسے بار بار دکھاتے اور بار بار پروگراموں میں اس کے منہ سے ایسے فقرے اگلوانے کی کوشش کرتے جس سے اشتعال پیدا ہو۔

ان کا ایک خاص طریقۂ کار ہے۔ پاکستان میں کسی بھی قسم کی کوئی برائی، ظلم، زیادتی ہو، انہوں نے بدنام کرنے کے لیے اسلام کو نشانہ ضرور بنانا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کاروکاری سندھی یا بلوچ معاشرہ کی ہزاروں سال پرانی رسم ہے جو اسلام کے آنے سے پہلے سے جاری ہے، لیکن جب بھی غیرت کے نام پر کوئی قتل ہوتا ہے یہ سندھی یا بلوچ قوم پرست کو نہیں بلائیں گے، بلکہ ایک کمزور سے جعلی مولوی کو بلائیں گے اور اس کو گھیر گھار کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ سارا قصور مذہبی طبقے کا ہے۔ کس قدر بھونڈی دلیل ہے کہ

مولوی منبر پر بیٹھ کر ایسے جرائم کو روکتا کیوں نہیں؟ تم مولوی کی سنتے ہو۔ کیا تم نے تو اسے بچوں کے کان میں اذان دینے، نکاح پڑھانے اور جنازے کی دعا کے لیے رکھا ہوا ہے؟

پورے دو ماہ پاکستان کے ٹیلی ویژن چینلز پر ایک ہنگامہ برپا رہا۔ وہ جس نے آئین کے تحفظ کا حلف اٹھایا تھا۔ جس نے کہا تھا کہ ''میں اسلام جو اس پاکستان کا نظریہ اور بنیاد ہے اس کا تحفظ کروں گا۔'' جسے اسمبلی کے بنائے ہوئے قانون اور عدالت کے فیصلوں کا دلوں بھی احترام پیدا کرنا تھا۔ ان ٹاک شو والوں نے اسے گھسیٹ گھسیٹ کر اس سے ایسے الفاظ کہلوائے جو اس قانون اور عدالت کے فیصلے کو مشکوک کرتے تھے۔ پھر ایک دن وہ اپنی جان سے چلا گیا۔ میڈیا تو ایک جانب اس کی اپنی پارٹی میں بھی سناٹا چھا گیا اور اس کے لیڈر منہ چھپاتے پھرتے رہے۔ ایسے میں اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میڈیا کے یہ بڑے بڑے نام ممتاز قادری کے جنازے پر لگائی گئی پابندی کو ناپسند کرتے تھے، اسے آزادئ صحافت پر قدغن خیال کرتے تھے تو یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کے حق میں کوئی شواہد موجود نہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ خود بھی اس جنازے کو دکھانا ہی نہیں چاہتے تھے۔ کیسے دکھاتے؟ جس میڈیا نے گزشتہ 15 سالوں میں اسلام اور مسلمانوں کا یہ چہرہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہو کہ یہ شیعہ، سنی، دیوبندی اور بریلوی مسالک میں الجھے ہوئے ہیں۔

یہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ایسے میں میڈیا کی موت تھی کہ وہ ان لوگوں کو دکھاتا جو ہر مسلک سے تعلق رکھتے تھے، لیکن عشق رسول کی لڑی نے انہیں ایک ساتھ پرو دیا تھا۔ میڈیا کا دوسرا ہتھیار یہ تھا کہ وہ یہ ثابت کرتا پھرے کہ اسلام کے پیروکار تشدد پسند ہوتے ہیں، توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔ انہیں یہ سب کیسے گوارا تھا۔ اتنا بڑا ہجوم کہ پاکستان کی تاریخ میں ایسا نہ ہوسکا، اس قدر پرامن رہے، دو جنازے اس ملک میں نزدیکی دور میں ہیں۔ ایک بے نظیر بھٹو کا جنازہ اور سوگ کہ تین دن تک اس ملک میں ہر طرح کا ظلم روا رکھا گیا۔ درجنوں ریلوے اسٹیشنوں کو آگ لگائی گئی۔ ہزاروں گھروں کو لوٹا گیا۔ عصمتیں تک تار تار کی گئیں اور یہ سب میڈیا نے دکھایا اور پھر اس کی کوکھ سے اپنی پسند کا ہیرو آصف زرداری نکالا جس کے ''پاکستان کھپے'' پر امن قائم ہوا، لیکن میڈیا کو یہ داڑھی اور عمامے والے نظر نہ آئے جو کہہ رہے تھے کہ ہم امن کی ضمانت دیتے ہیں اور انہوں نے وہ کر دکھایا، لیکن ایسا کچھ لکھنے سے ان کالم نگاروں کے دل پر چھریاں چلتیں، ان اینکر پرسنوں کا دل بیٹھ جاتا جو یہ ثابت کرنے میں اپنی زندگیاں گزار چکے ہیں کہ مسلمان صرف شدت پسند اور دہشت گرد ہوتا ہے۔

دو دن پاکستان میڈیا کے 80 سے زیادہ چینلز کو چار یا پانچ انچ کے موبائل فون پر لگی ہوئی اسکرین نے شکست دے دی اور اسی سوشل میڈیا کی فوٹیج نکال کر ٹی وی چینلوں پر چلانے کو مجبور ہیں۔ ماتم کر رہے ہیں کہ ہمارے صحافیوں پر تشدد ہوا۔ کس قدر دوغلا معیار ہے؟ ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت نے قاتل کہا اور پھانسی کی سزا سنائی۔ اسے پاکستان کا پورا میڈیا شہید بھی کہتا ہے اور اس کی برسی کو ہر سال براہ راست نشر بھی کرتا ہے۔ ایمل کانسی نے امریکا میں دو لوگوں کو قتل کیا۔ اسے امریکا کے حوالے کیا گیا اور ہم نے امریکی اٹارنی جنرل سے یہ فقرہ بھی سنا کہ ''پاکستانی سرمائے کے لیے اپنی ماں کو بھی بیچ دیتے ہیں۔'' جس دن اسے سزا دی گئی پرویز مشرف کی آمریت تھی، لیکن اس پر پروگرام ہوتے رہے۔ میں خود کوئٹہ میں اس کے جنازے میں موجود تھا۔ اسے لائیو دکھایا جا رہا تھا۔ اسامہ بن لادن کی موت کے بعد ٹیلی ویژن چینلوں پر کیا کچھ نہیں کہا گیا۔ ایک مصنوعی خوف پھیلایا گیا کہ پتہ نہیں کیا ہو جائے گا، لیکن ان سب کو اندازہ نہیں کہ کچھ جرم ایسے ہوتے ہیں جن کی ایف آئی آر، زمینوں پر نہیں آسمانوں پر درج ہوتی ہے۔ جیسے یہاں اعانت جرم پر سزا ہوتی ہے ویسے ہی آسمانوں پر بھی اعانت جرم پر سزا سنائی جاتی ہے بلکہ وہ سزا شاید جرم کرنے والے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ رسول اکرم نے فرمایا: ''اللہ نے جبریل کو ایک بستی پر عذاب مسلط کرنے کے لیے بھیجا۔'' جبریل واپس آ گئے۔ کہا: ''وہاں ایک ایسا شخص ہے جس نے آپ کی عبادت میں آنکھ جھپکنے جیسی غفلت بھی نہیں برتی۔'' اللہ نے فرمایا: ''یہ وہ بدبخت ہے جو عابد و زاہد تھا، لیکن میرے نام کی غیرت پر اس کے چہرے کا رنگ نہیں بدلتا تھا۔ اس کے اوپر پوری بستی الٹ دو۔'' (مفہوم حدیث)۔ اہل نظر جب کہتے تھے کہ پاکستان اللہ کے غیظ و غضب کا شکار ہونے والا ہے، سیلابوں اور زلزلوں کی آمد ہے۔ سمجھ نہیں آتی تھی کہ کیسے، لیکن شاید اب تو بات روشن ہو چکی ہے۔ اللہ ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور اگر ہماری موت یقینی ہے تو ہمیں ان لوگوں کی معیت میں اٹھائے جو اللہ کے محبوب ہیں۔

مونا کلیم



عالمی دہشتگردی کے فروغ میں امریکی کردار

کچھ گزارشات

مغرب میں انتہا پسندانہ واقعات میں ملوث مسلمان افراد چاہے وہ سین بارناڈینو شوٹنگ کے مقتول ملزمان سید رضوان فاروق اور تاشفین ملک ہوں یا پیرس اٹیکس کے ابراہیم اور حسنہ آیت ،چٹانوگا فائرنگ کا ملزم محمد عبدالعزیز ہو یا چارلی ہیبڈو پہ حملے کے ذمہ دار کواچی برادران، ان سب میں ایک بات مشترک ہے کہ نہ تو انہیں کسی مسجد میں برین واشڈ کیا گیا اور نہ ہی یہ لوگ بظاہر دیکھنے میں شدت پسندانہ مذہبی رجحانات کے حامل دکھائی دیتے تھے۔اور سین بارناڈینو کے ملزم سید رضوان فاروق کے متعلق یہ بات سامنے آئی ہے کہ پچھلے دو سالوں میں سید رضوان کسی بھی مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے نہیں گیا۔اس کی فیملی کا کہنا ہے کہ وہ "مسلمان" تو تھا مگر اس کا تعلق مذہب سے "اتنا" گہرا نہیں تھا۔ پیرس اٹیک کے ذمہ داروں کی طرح یہ شخص بھی "معمولی جرائم، ڈرگز اور شراب" کا عادی تھا۔حالانکہ یہ وہ کام ہیں جو اسلامی شریعت میں نا قابل قبول ہیں اور ایک "اچھا" مسلمان ان چیزوں کے قریب بھی نہیں جا سکتا۔

سوال یہ ہے کہ اس آزاد خیال مغربی معاشرے میں رہ کر یہ شخص کس طرح بنیاد پرستی کی طرف خود بخود مائل ہو گیا؟ یہاں ایک بات تو واضح ہو گئی کہ بنیاد پرستی کی طرف مائل ہونے میں مساجد و آئمہ کرام یا واعظین کا اتنا اہم کردار نہیں ہے

دنیا بھر میں برسر پیکار جہادی مسلمانوں میں ٪ 5.48 کے پاس کسی بھی قسم کی ہائیر ایجوکیشن ہے۔ ٪ 41 کے پاس انجینئرنگ اور میڈیکل کی ڈگری ہے ان جہادیوں میں مغربی ممالک سے آئے ہوئے افراد کا تناسب ٪ 59 ہے کیا مساجد یا انجینئرنگ کالجز بنیاد پرست جہادی سوچ کے حامل مسلمان تیار کر رہے ہیں؟ نہیں، اس کی وجہ منافقت پہ مبنی مغربی خارجہ پالیسیاں ہیں اس ضمن میں انسداد پرتشدد انتہا پسندی (Counter Violent extremism) CVE کے ماہر مبین شیخ کا انٹرویو نظر سے گزرا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ مغربی معاشرے میں عام مسلمانوں کی بنیاد پرستی (Self-radicalisation) کی طرف لوٹنے کی اصل وجہ دنیا بھر میں مسلمانوں پر ہونے والے بدترین مظالم کی ویڈیوز ہیں جو کہ بار بار دیکھی جاتی ہیں۔غزہ پر اسرائیلی طیاروں کی بمباری، افغانستان کے اسکولوں، ہسپتالوں اور گھروں پر امریکی طیاروں کی بمباری، اور اس کے علاوہ عراق، یمن، صومالیہ اور پاکستان پہ ہونے والے مظالم کی ویڈیوز" واضح رہے کہ یہ ویڈیوز دولہ کے مغرب کے خلاف پروپیگنڈے کا بنیادی عنصر ہیں

یہ ویڈیوز انسان کے لاشعوری عمل کو بدلنے میں نشہ آور منتر کا کام کرتی ہیں۔اور وہ لاشعوری طور پر سوچتا ہے: "یہ صحیح نہیں ہو رہا۔ یہ سراسر ظلم ہے، مجھے کچھ کرنا چاہیے۔ مجھے کچھ کرنا ہوگا؛ بہت جلد۔"

اندرونی تبدیلی کی جانب مائل کرنے والی یہ ویڈیوز" متبادل محرومی" کی طرف لے جاتی ہیں۔اور یہ محرومی چاہے بوسٹن حملہ ہو یا وول وچ، پیرس حملے ہوں یا

سین برنیڈینو..... ہر جگہ نظر آتے ہیں
اسامہ حسین... جسے لندن ٹیوب میں بم دھماکہ کرنے کے الزام میں پکڑا گیا تھا... نے اٹلی کی عدالت میں کھڑے ہو کر کہا:
مذہب کا میرے اس فعل سے کوئی تعلق نہیں. ہم فلمیں دیکھتے ہیں. ہمیں عراق میں ہونے والی جنگ کی ویڈیوز اور تصاویر دکھائی جاتی ہیں. اس طرح ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہمیں کچھ کرنا ہوگا. اسی لئے آج میں آپ کے سامنے یہاں ہوں."
اگر امریکہ صرف ان ویڈیوز کے بنانے پر پابندی عائد کر دے تب بھی یہ مسلے کا حل نہیں. اسے تجزیہ کرنا ہوگا کہ اس کے کون سے افعال ان ویڈیوز کے بننے کا سبب بن رہے ہیں. اور ہم سب جانتے ہیں کہ وہ افعال کیا ہیں۔
9/11 کے فوری بعد امریکی سیکرٹری دفاع ڈونلڈ رمزفیلڈ نے بیان دیا: "ہمیں اس "دلدل سے نکاسی" روکنی ہوگی جہاں سے یہ دہشتگردی جنم لیتی ہے اور افزائش پاتی ہے." یہ الفاظ اس شخص کے ہیں جو کہ عراق پہ امریکی جنگی جارحیت کا معمار تھا اور عراق پر حملہ کروا کر اس نے اس دلدل کو مزید بڑا کیا.
2004 میں ڈونلڈ رمزفیلڈ نے "ڈیفنس سائنس بورڈ ٹاسک فورس" (Defence Science Board Task Force) کے سامنے یہ سوال رکھا: "کہ وہ کون سی زرخیز زمین ہے جہاں اس دہشت گردی کا کیڑا پنپتا ہے؟"
بورڈ کی رپورٹ کے مطابق "امریکہ کا براہ راست مسلم دنیا میں عمل دخل" اور "منفی طرز عمل" امریکہ کے لیے بالآخر دہشت گردی کا خطرہ بنتا ہے
خاص طور پر DSBTF نے یہ بھی نشاندہی کی کہ "سعودی عرب اور مصر جیسی جگہوں پر مظالم کی سرپرستی، مشرق وسطی میں امریکی جنگیں اور سب سے بڑھ کر" اسرائیل کے لیے امریکہ کی اندھی حمایت دہشتگردی کو تیزی سے فروغ دے رہی ہے
حیرت انگیز طور پر یہ رپورٹ درحقیقت اسامہ بن لادن کی جانب سے 2002 میں "امریکہ کے نام ایک خط" کی بازگشت ہے. جس میں القاعدہ کے لیڈر نے "ہم تم سے کیوں برسرِ پیکار ہیں؟" کی علت اور وجہ بتائی. "کیونکہ تم ہم پر حملہ کرتے ہو اور بار بار کرتے ہو. تم نے ہم پر فلسطین میں حملہ کیا. تم نے ہم پر صومالیہ میں حملہ کیا." اسامہ نے مزید کہا کہ "مشرق وسطی میں موجود قدرتی وسائل کی امریکی چوری، سعودی عرب میں امریکی فوجی چھاؤنیاں اور آمروں کی کھلم کھلا حمایت بھی اس کا سبب ہیں."
9/11 کے 6 ماہ بعد ایک بین الاقوامی پولنگ فرم Zogby International نے 5 عرب ریاستوں مصر، سعودی عرب، لبنان، کویت اور متحدہ عرب امارات میں آمنے سامنے انٹرویو کا اہتمام یہ جاننے کے لیے کیا کہ اس خطے میں امریکی موجودگی اور اس موجودگی کے انکی زندگیوں پر اثرات کیا ہیں اور اس کے متعلق عرب کیا محسوس کرتے ہیں؟
ان لوگوں کے برعکس جو "تہذیبوں کا تصادم" جیسی آوازیں لگاتے ہیں، حیرت انگیز طور پہ ان ممالک کی اکثریت امریکی جمہوریت اور آزادی کی جانب مائل تھی. مگر یہ امریکی حمایت تب جواب دے گئی جب ان سے یہ مشرق وسطی میں امریکی خارجہ پالیسی کے متعلق پوچھا گیا تو 10 میں سے 9 نے فلسطین اسرائیل چپقلش میں امریکہ کی واضح جانبداری کو سامنے رکھ کر امریکہ کے خلاف ووٹ دیا. اور یہی وہ رویہ ہے جس کا آج بھی عرب آبادی سامنا کر رہی ہے رواں ماہ عرب پارلیمنٹ کے سپیکر احمد بن محمد الجروان نے صحافیوں کو بتایا کہ فلسطین کے مسلے کا عادلانہ وغیر جانبدارانہ حل عالمی دہشت گردی میں 80 فیصد کمی لا سکتا ہے دہشت گردی کی اس دلدل سے نکاسی روکنے کے لیے صرف امریکہ کو اپنی آمریت پسندی اور مشرق وسطی و افغانستان میں جاری تمام جنگوں کا خاتمہ کرنا ہوگا. اگر امریکہ مسلم دنیا کی جائز سیاسی شکایات کو حل نہیں کر سکتا تو اسے ہر وقت ایک دہشتگردانہ کارروائی کے لئے تیار رہنا ہوگا. اگر امریکہ کے نزدیک فتح صرف اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل ہے تو پھر اس جنگ میں اس کی فتح ناممکن ہے. بالآخر امریکہ کے پاس دو راستے ہیں---- یا تو اس دہشت گردی کی دلدل کو خشک کرے یا حالات کو جوں کا توں برقرار رکھ کر اسلامی دہشت گردی قبول کر لے۔

دستورِ دنیا

دنیا کا دستور ہے کہ ہر قوم اپنے مذہبی، تہذیبی اور ثقافتی ورثے پہ فخر کرتی ہے. اور بحیثیت مسلمان قوم ہمارا مذہبی اور تہذیبی ورثہ سب سے قدیم ہے. جس پہ ہمیں بلاشبہ فخر ہے. ہماری عبادت کا مرکز بیت اللہ جو کہ بیت المعمور کا "دنیاوی ورژن" ہے ابتدائے کائنات سے ہی مرکز تجلیات و انوارات الٰہی ہے. حجر اسود جو کہ جنت کا پتھر ہے، وہ ہمارے بوسے کی دسترس خدائے بزرگ و برتر نے صدیوں سے دیا ہوا ہے۔ زمزم کا قدیم کنواں جس کی مثل تمام عالم میں ملنا ناممکن ہے، وہ اللہ کی رحمت کے طفیل ہم مسلمانوں کے حصے میں آیا۔



مولانا عصمت اللہ معاویہ حفظہ اللہ

حملہ آور کیا چاہتے ہیں۔۔؟

روس نے افغان کہساروں میں قدم رکھنے سے پہلے کابل کی سرزمین پر نظریاتی اور فکری جنگ چھیڑ دی تھی۔۔اور کیمونسٹ نظریات کی تخم ریزی سے اپنے لیے فضا سازگار کر لی تھی۔۔تخت کابل پر براجماں حکمران اباسی لینے سے پہلے ماسکو کے سے اجازت طلب کرتے تھے۔۔۔جب ماحول یہاں تک پہنچ گیا۔۔۔ڈگری ھولڈر بیٹے سے باپ نے پوچھا۔۔۔بیٹا آپ کا رشتہ طے نہ کرلیا جائے۔۔۔تو صاحب گویا ہوئے۔۔کہاں کسی اور کے گھر؟؟۔۔۔کیوں۔؟؟۔۔۔میرے گھر میں موجود تمھاری بیٹی اور میری بہن میری بیوی بننے میں سب سے زیادہ بہتر ہے۔۔اب ماسکو کو یقین ہو گیا تھا کہ کابل میرا ہی ہے۔۔۔۔

روس نے نظریاتی وفکری دیواریں گرانے کے بعد ہی اپنے ٹینک دریائے آمو کے اس پار اتار دے تھے۔۔۔۔

خاکم بدھن۔۔۔۔میرے ارض وطن سے وہی کھیل نئے کھلاڑیوں کی شکل میں تو نہیں کھیلا جا رہا۔۔میرا وجدان کہتا ہے۔۔۔بلکہ اٹھتا ہوا دھوں خود آگ میں سلگنے کی نشاندہی کر رہا ہے۔۔۔۔

پاکستان کے خلاف اسی طرز کی چھیڑی گئی جنگ میں۔۔۔واشنگٹن+تل ابیب+دھلی۔۔یہود وہنود اور نصاری شامل ہیں۔۔۔

یہاں بھی تخت اسلام آباد سانس لینے سے پہلے امریکہ بہادر کی رضامندی ڈھونڈتا ہے۔۔۔۔۔

یہاں بھی نوجوان کو مادر پدر آزادی کی دعوت دیکر نظریہ پاکستان کا اور نظریہ اسلام کا دشمن بنایا جا رہا ہے۔۔۔اس تخم ریزی کا مقصد بھی وہی ہے جو کابل میں ماسکو کے کاشتکاروں کا تھا۔۔۔

سوائے میرے بھائی آنکھیں کھول۔۔۔بڑھتے ہوئے طوفان سے پہلے ہی اٹھتی ہوئی ہواوں کے تیور کو سمجھ۔۔۔

کہ اسلام اور پاکستان کے دشمن ارض وطن کی اسلام پسند عوام کو ان کی اسلام پسندی کی سزا دینے کو بے تاب ہیں۔۔۔۔

مجھے یقین ہے آپ یہ بات نہ سننا چاہتے ہیں اور نہ ہی سمجھنا۔۔۔

۔مگر مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

کیا عقل گھاس چرنے گئی ہے؟

روس جس کے اقتدار میں سورج نہیں ڈوبا کرتا تھا۔۔۔طاقت وقوت کے زعم میں ریاستیں اور زمینیں ھڑپ کرنے لگا۔۔۔۔وہی تکبر وغرور اسے افغانستان کے کہساروں میں لے آیا۔۔۔افغان سرزمین پر اسکی آمد ایک اور مقصد کے تحت تھی۔۔۔

روس گرم پانیوں میں رسائی چاہتا تھا۔۔۔لہذا اسے بلوچستان اور کراچی کی ضرورت تھی۔۔۔روس نے افغان سرزمین کو اسلحے کے گودام میں تبدیل کر دیا۔۔تاکہ پاکستان سے ممکنہ جنگ میں یہ اسلحہ کام آسکے۔۔۔۔

علماء امت اٹھے۔۔۔مجاہدین اسلام نے کمر کس لی صدر ضیا نے ہمت وغیرت سے کام لیا کھل کر جہاد اور مجاہدین کا ساتھ دیا۔۔۔

یہ جنگ اسلام کی جنگ تھی اور پاکستان کی بھی جنگ تھی۔۔۔اس جہاد سے پاکستان محفوظ ہوگیا۔۔ورنہ روس پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے ارادے سے آگے بڑھ رہا تھا۔۔آج کے لبرل افغان جہاد کو کوستے نہیں تھکتے۔۔اور صدر ضیاء الحق شھید پر طعن وتشنیع کے نشتر چلاتے رہتے ہیں۔۔کہ یہ دھشت گردی انکی وجہ سے ہے حالانکہ 1988 میں روس افغانستان سے جا چکا تھا۔۔۔ 13 سال تک کسی ایک مجاہد نے بھی پاکستان میں ایک گولی بھی فائر نہیں کی۔۔ان لبرلز کے سرپرست اعلی پرویز مشرف کی اسلام اور پاکستان دشمن پالیسیوں کی نحوست نے ہمیں آج یہ دن دکھائے ہیں۔۔ریاست کی جہاد حمایت پالیسی نے روس کے سرخ ریچھ کا رخ پھیر دیا۔۔۔جو مجاہدین کے لہو کی برکت سے ممکن ہوا پھر 14 سال تک مجاہدین نے انڈیا کو انڈر پریشر رکھا۔۔آج انڈیا پاکستان کو انڈر پریشر کر چکا ہے۔۔یہ سب بھی

پرویزی پالیسیوں کا نتیجہ ہے

افغان جہاد افغانستان کی آزادی اور پاکستان کے تحفظ کی جنگ تھی۔۔اگر یہ افغان کہساروں میں نہ لڑی جاتی تو پھر پاکستان کے گلی محلے اس جنگ کا میدان بنتے۔۔۔ضیاء الحق کو گالیاں دینے والے بے عقل کبھی یہ نہیں سوچتے کہ انھوں نے لاہور کراچی کی جنگ کابل اور قندھار میں لڑی۔۔

جبکہ ان لبرلز کے سرپرست اعلی پرویز مشرف نے کابل وقندھار کی آگ اسلام آباد۔۔لاہور کراچی کوئیٹہ پشاور منتقل کردی۔۔

ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ لبرلز پاکستان سے زیادہ ھندوستان سے محبت کرتے ہیں۔۔۔جہاد اور مجاھدین کو گالی بنانے کی محنت کرنے والے نہ اسلام کے وفادار ہیں اور نہ ہی انھیں پاکستان سے کچھ لینا دینا ہے۔۔۔۔

مذہب کی بنیاد پر وجود میں آنے والی ایک ریاست سے ایک لبرل اور سیکولر کیسے محبت کرسکتا ہے۔۔۔۔

مگر یہاں تو اہل اقتدار کی عقل گھاس چرنے گئی ہے۔۔۔جنھوں نے مذھب پسند طبقے کو نشانے پر رکھ لیا ہے۔۔۔۔

سچ یہ ہے کہ نہ ہم سے کوئی اسلام چھین سکے گا نہ ہی اسلام سے جڑا پاکستان چھین سکے گا۔۔۔۔

یہ ملک کلمہ طیبہ کے نعرے سے وجود میں آیا ہے بھلا کلمہ طیبہ کا نور بجھ سکتا ہے؟؟؟

افغان جہاد میں شرکت کی برکات اور دیسی انگریز۔

روس جہاد میں پاکستان کی شرکت کا ایک بنیادی فائدہ یہ ہوا کہ پاکستان کسی شدید دباو کے بغیر اپنے ایٹمی پروگرام کو جاری رکھنے میں کامیاب رہا۔۔یہی وہ 14 سالہ دور تھا جب پاکستان تقریبا ایٹمی طاقت کے بنیادی اور ضروری سٹرکچر کو بھی بنانے میں کامیاب ہوا بلکہ ایٹمی قوت کے حصول میں کامیابی کے کنارے تک آپہنچا۔۔۔اگر افغانستان کے جہاد میں پاکستان کی یوں بھرپور شرکت نہ ہوتی تو امریکہ اور عالمی استعماری قوتیں پاکستان کو کبھی بھی ایٹمی قوت نہ بننے دیتیں۔۔۔کیونکہ اسوقت امریکہ کی دم پر روس نے پاوں رکھا ہوا تھا۔۔۔امریکہ روس کے سرخ ریچھ کی بدمست اداوں پہ پریشان تھا۔۔اور روس کی شکست کا بھرپور متمنی بھی تھا۔۔۔۔پاکستان اپنے دفاع کی خاطر سرگرم تھا۔۔۔اسطرح امریکہ نے اور استعماری قوتوں نے آنکھیں بند رکھیں۔۔۔۔۔یہ افغان جہاد کی برکت ہے کہ پاکستان آج ایٹمی طاقت ہے۔۔

مگر لبرل اور دیسی انگریزوں کو اس ایٹمی قوت سے بھی اسی طرح چڑ ہے۔جیسے جہاد فی سبیل اللہ سے۔بلکہ پاکستان کے ایٹمی طاقت ہونے پر انھیں شدید ترین غم وغصہ ہے۔۔کیونکہ ان کے مائی باپ امریکہ انڈیا کو یہ سب اچھا نہیں لگتا۔۔۔۔

بھٹو نے اگرچہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی حوصلہ افزائی کی۔۔اور کچھ وسائل بھی فراہم کیے مگر حقیقی ایٹمی قوت بنانے میں صدر ضیاء الحق شھید کا کردار تھا۔۔۔جسے بعد ازاں نواز شریف نے دھماکے کروا کے کریڈٹ لینے کی کوشش کی۔۔۔

آج افغان جہاد کو کوسنے والے یاد رکھیں۔۔پاکستان ایٹمی قوت بھی افغان جہاد کی بدولت بنا ہے۔۔۔۔افغان جہاد۔۔۔زندہ باد۔۔

ظلم کے فیصلے

طاقت کے زعم میں مبتلا افراد ہوں، جماعتیں ہوں یا ریاستیں ہوں، انکے فیصلوں میں طاقت ہی بولتی ہے، ظلم کا سرچشمہ ہمیشہ اندھی طاقت کا وجود ہی ہوتا ہے، ظلم کرنے والے خود کو ہمیشہ احتساب اور سوال وجواب سے ماوراء سمجھتے ہیں، مگر اللہ رب العالمین کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے بہت ہی سخت،

ان بطش ربک لشدید، فرعون سے لیکر نمرود وشداد تک، قذافی سے لیکر حسنی مبارک تک، سب نشان عبرت ہی ٹھہرے ہیں۔۔جو دھرتی کے سینے پر تھکے ہارے بوڑھے ظالم موجود بھی ہیں رب انھیں بھی نشان عبرت بنا کر زمین کی پرتال میں اتارے گا،

سو اے عقل رکھنے والو! عبرت پکڑو اپنی قوم اور اپنے لوگوں کو مکے دکھانا بند کرو، ڈنڈے کی حکومت سے محبت کی حکومت کا سکہ زیادہ دیر تک رائج رہتا ہے، حکومتیں سروں پر نہیں، دلوں پر کی جاتیں ہیں، قوم کی سربراہی مخدوم بن کر نہیں، خادم بن کر کی جاتی ہے، فیصلے طاقت سے نہیں، بصیرت سے کیے جاتے ہیں، شان وشوکت کے پرچم کھوپڑیوں کے میناروں پر نہیں، شفقت ومحبت کے گنبد پر لہرائے جاتے ہیں، ظالم اور مظلوم کا آخری مقام مٹی ہی ہے مگر کسی کی قبر کی مٹی کے بھی بوسے لیے جاتے ہیں اور کسی کی قبر کی مٹی بھی انھیں نفرت سے دبوچ دیتی ہے، سوائے اہل عقل وخرد، طاقت زبان وقلم کی ہو یا مال اور شان وشوکت کی، طاقت حکومت کی ہو یا فوج ولشکروں کی، اسلام کی عطا کردہ لگام سے بے لگام نہ ہونے دیجئے گا، ورنہ انجام وہی ہوگا جسے تاریخ اپنے سینے پر داغ کی صورت محفوظ رکھے گی۔!



حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ

آفتابِ ہدایت کا ایک روشن ستارہ

مثنی نام، باپ کا نام حارثہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، مثنیٰ بن حارثہ بن سلمہ بن ضمضم بن سعد بن مرہ بن ذیل بن شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل، رابعی، شیبانی

قبول اسلام سے پہلے ان کا اثر!

مثنیٰ اپنے قبیلہ کے ممتاز رؤساء میں تھے، دعوتِ اسلام کے آغاز میں جب آنحضرت ﷺ نے تبلیغ اسلام کے لیے قبائل عرب میں دورہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مثنیٰ کے قبیلۂ بنی شیبان میں بھی تشریف لے گئے اور کلام اللہ کی یہ آیات۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ (الانعام: ۱۵۱)

ترجمہ: کہہ دو اے محمد (ﷺ) آؤ میں تمہیں پڑھ کر بتاؤں جو چیزیں تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى (النحل: ۹۰) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو انصاف، احسان اور قرابت داروں کو داد و دہش کا حکم دیتا ہے۔

یہ دو آیات پیش کر کے بنی شیبان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، روسائے قبیلہ میں اس وقت مثنیٰ، مفروق اور ہانی وغیرہ موجود تھے، ان سب نے بالاتفاق کلامِ ربانی کی سحر آفرین بلاغت اور اس کی تعلیمات کی پاکیزگی کا اعتراف کیا، مثنی نے کہا جیسی پاکیزہ تعلیم ہے ویسی ہی پاکیزہ کلام بھی ہے، پھر آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہوئے کہ میں نے تمہاری گفتگو سنی، تمہاری باتیں خوب ہیں اور تمہارا کلام نہایت حیرت انگیز ہے، لیکن افسوس اس وقت ہم اس کو قبول کرنے سے مجبور ہیں، اس لیے کہ ہم میں اور کسریٰ میں معاہدہ ہے کہ ہم نہ کسی جدید تحریک کو قبول کریں گے اور نہ کسی مجدد کو پناہ دیں گے، ممکن ہے جس چیز کو تم پیش کر رہے ہو، وہ کسریٰ کے خلاف ہو، اس لیے اس وقت ہم اسے نہیں قبول کر سکتے، اس کے لیے البتہ ہم تیار ہیں، کہ عرب کے قرب و جوار کے فرمان رواؤں کے مقابلہ میں تمہاری حفاظت اور اعانت کریں۔

گو مثنیٰ کلام پاک کی سحر آفرینی اور اس کی تعلیمات سے پورے طور پر متاثر ہوئے؛ لیکن تقدم فی الاسلام کا شرف ان کے مقدر میں نہ تھا، اس لیے اس وقت اسلام کے شرف سے محروم رہ گئے، آنحضرت ﷺ نے ان کی کمزوری پر ان کی اخلاقی امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا اعترافِ حق کے بعد اس سے ابا کیسا، خدا کا دین محض اس کا ایک شعبہ قبول کرنے سے قبول نہیں ہوتا، جب تک اسے کل نہ قبول کیا جائے۔ (اسد الغابہ: ۲/۴۰۸) بالآخر ۶ھ میں اپنے قبیلہ کے ساتھ مدینہ آ کر مشرف باسلام ہوئے۔

(استیعاب: ۱/۳۰۰)

فتوحات عراق!

مثنیٰ نے بہت آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا اور اس کے چند ہی دنوں کے بعد رسالت کا بابرکت زمانہ ختم ہو گیا اس لیے اس عہد کا کوئی واقعہ ذکر کے قابل نہیں ہے، ان کے کارناموں کا آغاز عہد صدیقی سے ہوتا ہے، مثنیٰ کا قبیلہ اُن ستم کش قبائل میں تھا جو مدتوں سے حکومتِ ایران کا تختہ مشق بنتے چلے آ رہے تھے، جس کا ثبوت کسریٰ اور ان کے قبیلہ کا معاہدہ، حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب ایران میں سیاسی انقلابات ہوئے، اور ایک عورت بوران دخت تخت پر بیٹھی اور ایرانیوں کی قوت کمزور پڑی، تو ان قبائل کو جنہیں ایرانی حکومت عرصہ سے تختہ مشق بناتی چلی آ رہی تھی، ایرانیوں سے انتقام لینے کا موقع ملا؛ چنانچہ مثنیٰ نے جو اسی تیر کے زخم خوردہ تھے، حضرت ابوبکرؓ کو لکھا کہ اس وقت ایران کی حالت نہایت ابتر ہے، اندرونی انقلابات کی وجہ سے ان میں مدافعت کی قوت نہیں ہے، اس سے بہتر فوج کشی کا موقع نہیں مل سکتا۔ (اخبار الطوال: ۱۱۷)

یہ اطلاع بھیجنے کے بعد خود بھی مدینہ پہنچے اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں اپنے قبیلہ کو لے کر ایرانیوں کے مقابلہ میں نکلوں، اپنی ہمت کے لیے تنہا میں کافی

ہوں، ان کی مستعدی دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے اجازت دے دی (مثنیٰ نے اجازت تو لے لی، مگر سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ ان کے قبیلہ کا بڑا حصہ ابھی اسلام سے بیگانہ تھا، مثنیٰ نے پہلے اس کو مشرف باسلام کیا۔(فتوح البلدان بلاذری:۲۵۰) قبیلہ کو مسلمان بنانے کے بعد اسے ساتھ لیکر ایرانیوں کے مقابلہ میں نکلے، لیکن اتنی بڑی مہم سر کرنا تنہا ان کے بس میں نہ تھا، اس لیے مثنی کے جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے خالد ابن ولید کو فوجیں دیکر مثنیٰ کی مدد کے لیے روانہ کیا اور مثنیٰ کو لکھا کہ خالد کی ماتحتی میں اس کام کو کرو، خالد عراق پہنچ کر مثنیٰ سے مل گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت بھر خالدؓ کے دستِ راست رہے، مثنیٰ ایرانیوں کے قومی خصائص اور محاذ جنگ کے نقشوں سے اچھی طرح واقف تھے، اس لیے عجم کی فتوحات میں ان سے بڑی قیمتی مدد ملی، اور وہ شروع سے آخر تک قریب قریب ہر معرکہ میں پیش پیش رہے، سیر الصحابہ حصہ پنجم میں حضرت خالدؓ بن ولید کے حالات میں عراق کی فتوحات کی تفصیلات لکھی جا چکی ہیں، اس لیے اس موقع پر انہیں قلم انداز کیا جاتا ہے۔ابھی عراق کی مہم ناتمام تھی کہ شام پر فوج کشی ہوئی حضرت ابوبکرؓ نے خالدؓ بن ولید کو عراق چھوڑ کر شام جانے کا حکم دیا وہ یہ حکم پاتے ہی عراق کے انتظامات مثنیٰ کے ہاتھوں میں دیکر شام چلے گئے، اسی زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا اور حضرت عمرؓ مسند آرائے خلافت ہوئے، خالد کے شام چلے جانے کے بعد سے عراق کی مہم رک گئی تھی، اس لیے حضرت عمرؓ نے تخت نشین ہونے کے ساتھ سب سے پہلے ادھر توجہ کی، اور ان تمام مسلمانوں کو جمع کر کے جو بیعتِ خلافت کے سلسلہ میں عرب کے مختلف حصوں سے مدینہ آئے ہوئے تھے، ان کے سامنے جہاد پر وعظ کہا، لیکن کچھ ایرانیوں کے خلاف اور کچھ اس خیال سے کہ بغیر خالدؓ بن ولید کی موجودگی کے وہ عراق کی تسخیر ناممکن سمجھتے تھے، سب خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، حضرت عمرؓ تین دن تک برابر مسلمانوں کو ابھارتے رہے، چوتھے دن کچھ گرمی پیدا ہوئی، مثنی نے اٹھ کر کہا، مسلمانو عراق سے اس قدر خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں میں نے مجوسیوں کو خوب آزما لیا ہے، وہ اس میدان کے مرد نہیں ہیں، ہم نے سوا عراق کا بہترین حصہ تسخیر کر لیا ہے، انشاء اللہ ایک دن پورا عراق زیر نگیں ہوگا، اس کے علاوہ دوسرے حاضرین نے بھی تقریریں کیں، اس تقریروں نے مسلمانوں کو گرما دیا اور لوگ جوق در جوق جہاد کے لیے آمادہ ہوگئے، حضرت عمرؓ نے بنی ثقیف کے سردار ابوعبید ثقفی کو سپہ سالار مقرر کیا (ابن اثیر:۲/۲۳۳) اور عراق کی فوج کشی کا ٹوٹا ہوا سلسلہ پھر جاری ہوگیا اس سلسلہ میں وہی واقعات لکھے جائیں گے جن کا تعلق حضرت مثنیٰ کی ذات سے ہے۔عربوں کی گذشتہ فتوحات نے ایرانیوں کو ان کی جانب سے ہوشیار کر دیا تھا اس لیے اس مرتبہ بوران وخت نے مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے ایران کے نامور بہادر جابان کو ایرانی افواج کا سپہ سالار اعظم بنایا اور وہ ایرانیوں کا ٹڈی دل لیکر مثنیٰ کی طرف جو اس وقت حیرہ میں تھے چلا، مثنیٰ اس خیال سے کہ ایرانی عقب سے حملہ آور نہ ہوجائیں حفان چلے آئے تھے، یہاں ابوعبید بھی مل گئے اور نمارق میں فریقین کا مقابلہ ہوا ایک خون ریز جنگ کے بعد ایرانیوں نے شکست کھائی، اور جابان مسطر بن فضہ کے ہاتھوں گرفتار ہوا، مسطر اس کو پہچانتے نہ تھے، اس نے مسطر سے کہا میں اپنے بدلہ میں تم کو دو غلام دیتا ہوں تم مجھے رہا کر دو، مسطر نے غلام لیکر چھوڑ دیا، لیکن بعد میں مسلمانوں نے پہچان کر پھر گرفتار کر لیا اور ابوعبید کے پاس قتل کے لیے لائے، انہوں نے کہا کہ جس کو ایک مسلمان چھوڑ چکا اس کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔(ابن اثیر:۲/۳۲۸)

نمارق میں شکست کھانے کے بعد شکست خوردہ ایرانی فوجیں کسکر میں جمع ہوئیں یہاں ایک ایرانی بہادر نرسی پہلے سے موجود تھا، اس دوران میں بوران وخت نے جابان کی شکست کی خبر سن کر ایران کے ایک اور نامور بہادر جالینوس کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا، ابوعبید کو معلوم ہوا تو انہوں نے کسکر آ کر ایرانیوں کو شکست دی اور مثنیٰ نے بار دہما جا کر جالینوس کو بھگایا۔ان پیہم شکستوں نے ایرانیوں میں آگ لگا دی اور رستم نے مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن مروان شاہ بہمنی کو ایک لشکر جرار کے ساتھ بھیجا اور مقام قس ناطف میں دونوں کا نہایت زبردست مقابلہ ہوا، اس مقابلہ میں ابوعبید کی غلطی سے مسلمانوں کو سخت نقصان اُٹھانا پڑا، خود ابوعبید کو ہاتھیوں نے پیروں سے مسل کر شہید کر ڈالا، ان کے بعد سات آدمیوں نے علم سنبھالا اور سب یکے باد دیگرے شہید ہوئے، آخر میں مثنیٰ نے علم لیا، اس وقت مسلمانوں کی حالت نہایت ابتر ہو چکی تھی، آگے ہاتھیوں کی دیوار تھے اور پیچھے دریا تھا دریا کا کل پل ٹوٹ چکا تھا، اور مسلمان نہایت بدحواسی سے بھاگ بھاگ کر دریا میں غرق ہو رہے تھے، ایسی نازک حالت میں

مثنیٰ نے نہایت دانشمندی اور بہادری سے باقی فوج کو بچالیا،خود چند مسلمانوں کو لیکر ایرانیوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اورعروہ بن زید طائی کوشکستہ پل کی طرف متعین کیا (اخبار الطوال :۱۱۹) دونوں ناکوں کی حفاظت کے بعد مسلمانوں کواطمینان دلایا کہ اب بھاگنے کی ضرورت نہیں ،ڈوب کر جان نہ دو،میں پوری حفاظت کررہا ہوں،انہیں اطمینان دلانے کے بعد پل کی طرف لائے اوراس کودرست کراکے سب کو پاراتاردیا(ابن اثیر:۲/۲۳۸) پھراس شکست خوردہ اورتباہ حال فوج کولیکر جسمیں کل ۳ہزارمسلمان بچ رہے تھے مقام ثعلبیہ آئے اور یہاں سے عروہ بن زید کوخبر کرنے کے لیے دار الخلافۃ روانہ کیا،عروہ نے جاکر حضرت عمر کو یہ واقعات سنائے ،حضرت عمرؓ سن کرزاروقطار رونے لگے، اورعروہ سے کہا واپس جاکرمثنیٰ کو اطمینان دلادو،بہت جلد امدادی فوجیں پہنچتی ہیں،عروہ کو واپس بھیجنے کے بعدعرب کے قبائل کوجمع کرکے عبداللہ بن جریر کی ماتحتی میں انہیں مثنیٰ کی مدد کے لیےروانہ کیا۔(اخبارالطوال:۱۱۹)

ادھرمثنیٰ نے بھی اپنے طور پر انتظامات کرلیے تھے اور قرب وجوار کے عرب قبائل میں ہرکارے دوڑاکر بہت سے آدمی جمع کرلیے تھے،ان کی دعوت پرانس بن بلال نصرانی بھی اپنے قبیلہ کولے کرآیا اورکہا اس وقت قومیت کا سوال ہے،اس لیے ہم لوگ بھی تمہارے پہلو بہ پہلو لڑیں گے۔(ابن اثیر:۲/۳۳۹)

ایرانیوں کوان تیاریوں کی خبرملی توبوران وخت نے بارہ ہزارمنتخب بہادرمہران بن مہرویہ کی ماتحتی میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے روانہ کئے،مقام بویب میں دونوں کا سامنا ہوا،ایک طرف مسلمان تھے،دوسری طرف ایرانی ،بیچ میں دریا حائل تھا، مہران نے کہلا بھیجا یاتم دریا کوعبورکرکے بڑھو یاہم کو اجازت دو،مثنیٰ کو جسر کے واقعہ میں دریاپار کرنے کا تلخ تجربہ ہوچکا تھاکے دوسری جانب ساحل پر اتری اور دونوں فریق صف آرائی میں مشغول ہوگئے،ایرانیوں نے اپنی فوج کومختلف حصوں اورصفوں میں تقسیم کیا، ہرصف کے ساتھ ایک ہاتھ تھا،اورایرانی اس کے سامنےنعرہ لگارہے تھے،مثنی نے نعرہ سن کرمسلمانوں سے کہا، یہ شور و شغب نامردی ہے،ادھرکان نہ دھرو، خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہو،فوجیں مرتب کرنے کے بعداس کے چاروں طرف چکرلگایا، ہرعلم کے پاس کھڑے ہوکر جوش دلاتے تھے کہ خبردار آج ایرانی تمہارے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونے پائیں،فوجوں کوتیارکرنے کے بعدآخر میں ہدایت کی کہ میں چارتکبیریں کہونگا،پہلی تین تکبیروں پرتیار ہوجانا، چوتھی پرحملہ کردینا، یہ ہدایت لیکرجیسی ہی پہلی تکبیر کہی ایرانی حملہ آور ہوگئے،مسلمانوں نے بے قابوہوکر جوابی حملہ کردیا،اس حملہ میں بنی عجل کا دستہ پھٹ گیا،مثنیٰ یہ دیکھ کرغصہ سے بے تاب ہوگئے اوراپنی داڑھی ہاتھوں سے پکڑ کے کہا خدا کے لیے آج تومسلمانوں کورسوانہ کرو،مثنی کی زبان سے یہ طعنہ سن کرمسلمان دفعۃً رک گئے اور بقیہ تکبیروں کا انتظار کرنے لگے اور چوتھی تکبیر پر باقاعدہ حملہ کیااس کے بعد دونوں فوجیں آپس میں گتھ گئیں،مثنیٰ نے انس بن بلال نصرانی کے ساتھ مل کراس زور کاحملہ کیا کہ مہران کے مینہ تک گھستے چلے گئے اوردنوں فوجں کے قلب آپس میں اس طرح خلط ملط ہوگئے کہ غبار کی کثرت میں ایک دوسرے کی شناخت مشکل ہوگئی۔(ابن اثیر:۲/۳۴۰)

دوسری طرف سے جریر نے حملہ کیا،ایرانیون نے برابر کا جواب دیا، اسلامی فوجیں پھٹ کر پراگندہ ہوگئیں،ان کے بے ترتیبی دیکھ مثنیٰ نے داڑھی دانتوں میں دبا کر للکارا کہ مسلمانو! کدھر جاتے ہو میں مثنیٰ ادھر ہوں،اس للکار پر مسلمان سنبھل گئے اور ہرطرف سے سمٹ کرنہایت زورشور سے حملہ آور ہوئے،اس حملہ میں مثنی کے بھائی مسعود شہید ہوئے،لیکن مثنیٰ کے استقلال میں کوئی فرق نہ آیا، انہوں نے پکار کر کہا شرفا ایسے ہی جان دیا کرتے ہیں علم کو بلند رکھو۔(اخبارالطوال:۱۱۰)

اس ولولہ انگیز جملہ نے مسلمانوں کو اورزیادہ گرمادیا،عدی بن حاتم اورجریر بن عبداللہ بجلی نے اپنے اپنے دستوں کو ابھار کر آگے بڑھایا اورمسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھرجم گئے اورسب نے چاروں طرف سے سمٹ کرنہایت زور کاحملہ کیااسے روکنے کے لیےمہران خودآگے بڑھا اوردیر تک جم کرلڑتا رہا اورلڑتے ہوئے مارا گیا مہران کے گرتے ہی ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اوروہ پل کی طرف بھاگنے لگے،مسلمانوں نے تعاقب کیا،مگر ان کے پہنچتے پہنچتے ایرانی پارنکل گئے،جوادھررہ گئے تھے وہ گرفتارہوگئےاورمسلمان فاتحانہ اپنی فرودگاہ پر واپس ہوئے (اخبار الطوال:۱۳۰) اس جنگ میں ایک لاکھ آدمی کام آئے، اوسطاً ایک ایک مسلمان نے دس دس ایرانیوں کا کام تمام کیا(ابن اثیر:۲/۳۴۱)اس کے بعد مسلمانوں نے حیرہ کسکر،سور،بریسما ،صراۃ،جاماسب،عین التمر ،۔۔بقیہ صفحہ(42) پر



پاکستان میں سیکولرزم کا ہمہ وقتی بحران

ڈاکٹر محمد غیث المعرفہ

سیکولرزم کی حقیقت سے پردہ اُٹھاتی ایک پرمغز تحریر!

درآمد شدہ نظریات جب کسی اجنبی معاشرے میں آتے ہیں تو پہلا مسئلہ جو انہیں درپیش آتا ہے وہ اپنی پروڈکٹ کا نام اور خصائص کو مقامی زبان میں پیش کرنے کا ہے، ظاہر ہے ایک ایسا شہر جس میں سب گنجے آباد ہوں، اس کے بازار میں کنگھے کے نام سے کوئی چیز نہیں بک سکتی، چہ جائیکہ کنگھے کا نام بدل کر بال اگانے والا آلہ رکھ دیا جائے اور زور زور سے ہاکری کی جائے کہ روزانہ تین وقت اسے گنجے سروں پر پھیرا جائے تو آہستہ آہستہ بال اگنا شروع ہو جائیں گے، ایسی پروڈکٹ کیسے نہیں بکے گی، جب تک لوگ اس کو آزما کر دیکھ نہیں لیں گے اور دوسروں کو بتائیں گے نہیں تب تک گنجوں کے شہر میں ایسی دکانوں پر ایک عارضی رش لگ جائے گا، بعینہ اسی طرح کا معاملہ مغرب کی پروڈکٹ سیکولرزم کے ساتھ درپیش آتا ہے جب وہ مغربی معاشرے سے مسلمان معاشرے میں آتی ہے تو اسے اپنی اصطلاح اور مفہوم کا ایسا بحران گھیر لیتا ہے جو وقتی اور ہنگامی نہیں ہوتا ہے۔ایک مسلمان معاشرے میں سیکولرزم اپنے اصل اصطلاح اور مفہوم کے ذریعے تو اسلامی مارکیٹ کے تقاضے پورے کرنے سے رہی کیونکہ جب بھی اسلامی مارکیٹ میں ''دنیا'' کے نام سے ''لا اسلام'' اور ''لا دین'' چیز بکنے کے لیے آئے گی، گاہک اسے خریدنے کے بجائے کراہت اور نفرت کا اظہار کرنے لگیں گے، عجب نہیں کہ چند اس دکان کو بھی ڈھا دینے کا مطالبہ کرنے لگیں جو اسلام کو کاٹ کر کچھ بیچنا چاہتی ہو، اس اسلام کو جو غارِ حرا سے اٹھ کر دنیا سے مخاطب ہوا تھا۔لہٰذا مسلمان معاشروں کے سیکولر دانشوروں نے سوچا کہ اس پورے سیاسی فلسفے کا لیبل بدل کر ایسا معقول سا نام رکھ دیا جائے جسے سن کر مسلمان گاہک کم از کم ان کی بات سننے اور خریدنے کی جانب مائل تو ہو سکے لیکن بدقسمتی سے اسکے علمبردار سیکولرزم کے لیے سوائے اس کے لفظی مطلب ''دنیا'' کے اردو میں کوئی اصطلاح پیش کرنے میں آج تک ناکام رہے ہیں جو نہ صرف اسکا متبادل ہو بلکہ اس کی اصل تعریف کی سرخی بھی بن سکے، محض ''دنیا'' بنانے کی اس کوشش کے باوجود یہ فقط ''دنیا'' نہیں ہے بلکہ ''دنیا'' بنانے کے ایسے نظریات ہیں جس میں اسلام کی ''آخرت'' بنانے کی قطعاً کوئی گنجائش نہ ہو عرب دنیا میں بھی سیکولرزم کو اسی بحران کا سامنا رہتا ہے جہاں اس کے لیے ہمت کر کے کہیں عِلمانیہ اور کہیں علمانیہ کی اصطلاحیں پیش کی گئیں۔عِلمانیہ کے معنی سائنس اور عِلم سے متعلقہ نظریات تھے اس لیے اس معنی و مفہوم کا اطلاق کسی صورت سیکولرزم پر نہیں کیا جا سکتا تھا، علمانیہ اس کا درست لفظی مطلب تھا جو اردو میں دنیا سے متعلق یا دنیاوی کا ہم معنی ہے۔

معنی و مفہوم کے اس ہمہ وقتی بحران کی بنیادی وجہ یہ تھی یورپ کے اندر ایسے دانشوروں کو ایک ایسا مذہب ملا جو اس دنیا سے ماوراء ایک عقیدہ رکھتا تھا اور انسان کی دنیاوی زندگی کے ارتقاء کا ازلی دشمن تھا۔یہ دشمنی سیکولرزم سے پہلے وہ اسلام سے بھی برت چکا تھا جب مسلمانوں نے اسپین میں عیسائیوں کو عربی اعداد کی تعلیم دی تو عیسائیت نے اسے مذہبی جرم تصور کیا، اور مسلمانوں کی علمی ترقی کو فتوحات کے بعد کے سانحات میں شمار کیا گیا۔لہٰذا عیسائی مذہب کی ماروائے دنیا نظریات کے ردعمل میں دنیا کا نظریہ پیش کیا گیا اور تعریف یہ کی گئی جو مذہب ہمیں نہیں کرنے دیتا وہ ہم کریں گے، مطلب ہم اپنی اجتماعی اور عملی زندگی کی ساری کاوشیں دنیاوی زندگی کی تعمیر و ترقی میں لگائیں اور مذہب ان تمام شعبوں سے خارج کر دیں گے، یہی منظر نامہ سیکولرزم کے بنیادی فلسفے میں کارفرما تھا اور اسی سے نکلے ہوئے معنی، مفہوم اور تشریح ہمیں مغرب کی ڈکشنریوں اور ان سائیکلو پیڈیاز میں ملتے ہیں۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں سیکولر لفظ کی تعریف کچھ یوں

کی گئی ہے:1- دنیوی یا مادی یعنی دینی یا روحانی نہ ہو جیسے لادینی تربیت، لادینی فن یا موسیقی، لادینی اقتدار وحکومت جو کلیسا کی حکومت سے متضاد یا مخالف ہے۔ 2- یہ رائے کہ دین (مذہب) کو اخلاق وتربیت کی بنیاد نہیں ہونا چاہیے۔

لوبسٹر کی ڈکشنری آف ماڈرن ورلڈ میں سیکولرزم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:1- دنیوی روح یا دنیوی رجحانات وغیرہ بالخصوص اصول وعمل کا ایسا نظام جس میں ایمان اور عبادت کی ہر صورت کو رد کر دیا گیا ہو۔ 2- یہ عقیدہ کہ مذہب اور کلیسائی احکامات کا امور مملکت اور تربیت عامہ میں کوئی دخل نہیں ہے۔۔۔لوبسٹرز نیو ورلڈ ڈکشنری آف دی امریکن لینگویج میں سیکولرزم کا مطلب یہ لکھا گیا ہے سیکولرزم عقائد اور اعمال کا ایسا نظام ہے جو دینی (مذہبی) عقیدے کی ہر صورت نفی کرتا ہو۔

اب ذرا انسائیکلو پیڈیاز میں سیکولرزم کی تشریحات ملاحظہ فرمائیں۔انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا لکھتا ہے:سیکولرزم ایک ایسی اجتماعی تحریک کا نام ہے جس کا اصل ہدف لوگوں کی توجہ امور آخرت کے اہتمام سے ہٹا کر صرف دنیا کو ان کی توجہ کا مرکز بناتا تھا، کیونکہ قرون وسطیٰ میں لوگ دنیا سے کنارہ کشی کا شدید رجحان رکھتے تھے اور دنیا سے بے رغبت ہو کر خدا اور آخرت کی فکر میں منہمک رہتے تھے، اس رجحان کے بالمقابل انسانی جذبہ اور رجحان کے بروئے کار لانے کے لیے سیکولرزم وجود میں آیا اور دورِ نشاۃ ثانیہ میں لوگوں نے انسانی اور ثقافتی سرگرمیوں اور دنیا کے مرغوبات کے حصول میں زیادہ دلچسپی کا اظہار شروع کر دیا-سیکولرزم کی جانب یہ پیش قدمی تاریخ جدید کے تمام عرصے میں دین (مسیحیت) سے متضاد تحریک کی حیثیت میں آگے بڑھتی اور ارتقاء حاصل کرتی رہی۔انسائیکلو پیڈیا آف امریکانا سیکولرزم کی تشریح ان الفاظ میں کرتا ہے:سیکولرزم ایک ایسا اخلاقی نظام ہے جس کی بنیاد پند ونصائح کے اصولوں پر رکھی گئی ہو اور جو الہامی مذہب پر انحصار نہ رکھتا ہو،سیکولرزم تمام اہم سوالات مثلاً خدا کے وجود اور روح کے غیر فانی ہونے وغیرہ پر بحث وتمحیص کا حق دیتا ہے- یہ سیکولرزم کے وہ مفہوم اور تشریحات ہیں جو نہ صرف مغرب کی مرتب کی گئیں ڈکشنریز اور لکھی گئے ہر انسائیکلو پیڈیا میں ملتی ہیں بلکہ اس حوالے سے لکھی گئی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں اسی بنیاد پر نظریات اٹھائے گئے ہیں جس میں دین (مذہب) کی تعلیمات اور کسی بھی قسم کا کردار نہ ہو،اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سیکولرزم، لادینیت کا معنی ومفہوم رکھتا ہے۔اسی لیے مسلمان معاشرے میں سیکولرزم ایک ہمہ وقتی بحرانی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے سیکولرزم اس بحران پر قابو پانے سے قاصر ہے،یہی وجہ ہے مسلمان معاشروں میں سیکولرزم پر یقین رکھنے والے پیروکار ہمیشہ تعداد میں کم ہی رہے ہیں- ایک ایسا انسان جو اسلام کے ہوتے ہوئے سیکولرزم کو قبول کرنے کی ٹھان لیتا ہے تو گویا یہ معنی و مفہوم کا بحران،ایک مسلمان کا دینی بحران بن جاتا ہے۔ یہ کیفیت انتہائی کمزور اور نامطمئن ہوتی ہے کہ ایک انسان بیک وقت مسلمان بھی ہو اور نا مسلمان بھی، وہ اس کیفیت میں غیر ارادی طور پر زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا، وہ زیادہ عرصے تک مسلمان نہیں رہ سکتا ہے یا پھر زیادہ عرصے تک سیکولر نہیں رہ سکتا-

بقیہ:پاکستان کے موجودہ حالات کا ذمہ دار کون؟

اس طبقے نے سقوطِ ڈھاکہ سمیت ہزاروں جرائم کر کے باِ پاکستان کی روح کو تکلیف پہنچائی مگر آج تک کسی ایک فرد کو بھی قانون کے کٹہرے میں نہ لایا جاسکا، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہوا کہ تمام غلطیوں کا ذمہ دار اسلام پسند طبقے اور علماء کو قرار دیا گیا۔اور'' مولوی تمام خرابیوں کی وجہ ہیں'' جیسا بے تکا جملہ عام کرا دیا گیا۔ اسلام کے عادلانہ نفاذ کی کوششیں کرنے والوں کی جدوجہد بھی روزِ اول سے جاری ہے اور اس کا راستہ روکنے والے طبقہ بھی روزِ اول سے میدان میں ہے۔اور بیرونی امداد، این جی اوز کا بڑھتا اثر ورسوخ اس طبقے کو مزید مضبوط کر رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ بلاتفریق مسلک سب ایک ہو جائیں اور پاکستان کے نظامِ حکومت کو اسلامی احکامات کے تحت چلوانے کی کوشش کریں، تاکہ پاکستان میں ہر شہری کو زندگی کی بنیادی سہولیات، اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی، روزگار کے مواقع میس آسکیں۔ وقت کی ضرورت یہی ہے کہ کسی بھی تفریق کے بغیر عوام وخواص متحد ہو جائیں وگرنہ ایسا وقت بھی آئے گا جب اسلام کو گھروں میں محدود کر دیا جائے گا۔ ہر ایک شہری امن کو ترسے گا۔ ہر کوئی دوسرے کے خون کا پیاسا ہوگا۔فحاشی کا ایک سیلاب اُمڈ آئے گا۔کسی کی عزت محفوظ نہ ہوگی۔اگر اگر اگر متحد نہ ہوئے تو۔!

سلطان ٹیپوؒ اور مذہبی رواداریاں

معاذ کولہاپوری

سرزمینِ ہند کی پرامن فضاؤں میں آزادانہ سانس لیتے ہوئے دو رِفرنگی کا تذکرہ چھڑتا رہتا ہے، اور مجاہدین وشہدائے اسلام کی قربانیوں کی یاددہانیوں اور مدح سرائیوں کی مجلسیں جمتی رہتی ہیں۔ یہ مجلسیں اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتیں تا آنکہ ٹیپوسلطانؒ کا تذکرہ نہ ہو۔ یہ سچ ہے کہ سلطانؒ جنگِ آزادی کے سرخیل تھے۔لیکن اسکے علاوہ بھی بہت سی خوبیاں ان میں موجود تھیں جن سے لوگ ناآشنا ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ سلطانؒ کو ایک متعصب اور ہندودشمن ظالم حکمراں کی حیثیت سے پیش کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، حالانکہ حقیقت بالکل برعکس ہے۔غلط فہمیاں تو انگریز مؤرخین نے من گھڑت اور جھوٹی باتیں لکھ کر پھیلائی تھیں۔ان کے جھوٹ کا اندازہ کرنے کے لیے صرف یہی ایک مثال کافی ہوگی: ایک انگریز مؤرخ نے لکھا ہے کہ: ٹیپوسلطانؒ نے صرف ''کورگ''((Korang شہر میں ستر ہزار لوگوں کو قبولِ اسلام پر مجبور کیا تھا، حالانکہ عہدِ ٹیپو میں سرزمینِ ''کورگ'' فقط پچیس سے تیس ہزار کی آبادی پر مشتمل تھی۔(سیرت ٹیپو سلطان شہید ص ۴۳۲،)

مندروں پر عنایات!

ٹیپوسلطانؒ نے مسجدوں اور مندروں کے درمیان کبھی کوئی امتیاز روا نہیں رکھا، جس طرح مسجدوں پر سلطانؒ کی نظریں رہیں اسی طرح مندروں پر بھی ان کی عنایات رہیں، جن کا اندازہ مندرجۂ ذیل چند مثالوں سے لگایا جاسکتا ہے: تعلقۂ نجن گڑھ ((Nanjangarh کے کلالے نامی گاؤں میں واقع لکشمی کانتھ مندر میں چاندی کے چار پیالے، ایک پلیٹ اور ایک اگالدان اب بھی دیکھا جاسکتا ہے، جو ٹیپوسلطان شہیدؒ نے اس مندر کو بطور نذرانہ کے دیا تھا۔خود سری رنگاپٹنم ((Srirangapatna کے رنگناتھ مندر کو سلطانؒ نے ایک کافور دان اور چاندی کے سات پیالے دیے تھے اور یہ چیزیں آج تک اس مندر میں موجود ہیں۔مقدم الذکر شہر کے ایک اور مندر سرکینشور کو ایک مرصع پیالہ۔جس کے نچلے حصے میں پانچ قیمتی جوہرات جڑے ہوئے تھے۔عطا کیا اور نارائن سوامی مندر کو قیمتی جواہرات سے آراستہ بہت سے برتن، ایک نقارہ اور بارہ ہاتھی عنایت کیے تھے ۔(سیرت ٹیپو سلطان شہید ص ۴۳۸)

مندروں کی پاسبانی / پاسداری!

سلطانؒ مندروں پر فقط خزانے لٹا کر عہدہ برآنہ ہوئے، بلکہ کئی مندروں کی مشکل اوقات میں حفاظت بھی کی ہے۔ڈنڈیگل((Dindigul تعلقہ پر حملہ کرتے ہوئے سلطانؒ نے اس کے عقبی حصہ سے گولہ باری کروائی تھی جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ راجہ کا وہ مندر حملوں کی زد میں نہ آنے پائے جو قلعہ کے اگلے حصہ میں واقع تھا۔ملیبار ((Malabar میں گروایوار پر قبضہ کے دوران وہاں کے ایک مندر کو نذرِ آتش کرنے کی کوشش کرنے والے کچھ مسلمان سپاہیوں کو سلطانؒ نے سزائیں بھی دلوائیں اور اسی وقت مندر کی مرمت بھی کروائی۔کانجی ورم((Kanjivaram کے اُس مندر کی تکمیل کے لیے (جس کی بنا ۱۷۸۰ء میں سلطان حیدر علی نے رکھی تھی، مگر تکمیل نہ ہوسکی تھی) سلطان نے دس ہزار روپیہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس موقع پر ہونے والی آتش بازیوں کے مصارف بھی خود برداشت کیے تھے۔(سیرت ٹیپو سلطان شہید ص ۴۳۸)

مندروں اور سوامیوں کا احترام!

جب رگھوناتھ راؤ((Raghunathrao کی قیادت میں مرہٹہ دراندازوں اور فتنہ پردازوں نے سرنگیر کے ایک مندر پر حملہ کیا، بیش قیمت املاک لوٹ کر لے گئے اور سارہ دیوی نامی مورتی کو باہر پھینک دیا جس کے نتیجہ میں مندر کے سوامی اور متولی

شنکر گرواچاریہ فرار ہوکر شہر کارکل میں پناہ گزیں ہوئے اورسلطان سے حالات کی شکایت کی ،تو سلطانؒ نے جواباًایک خط سوامی کے نام ارسال کیا جس میں آپؒ نے اس قدر احترام کے ساتھ سوامی کو تسلی دی کہ خلافِ معمول گروجی کے نام کو اپنے نام پر مقدم کیا اور اسی پر بس نہیں، بلکہ ان کو اپنے زیر قبضہ دیہاتوں میں سے کسی بھی چیز کے لینے کا اختیار دیا، نیز اس علاقہ کے گورنر سے دوسو اشرفیاں مع غلہ دالوئیں اور سارہ دیوی کو احترام کے ساتھ اس کی جگہ نصب کرواکر اس تقریب کے موقع پر ایک ہزار فقرا کو کھانا کھلوایا ۔(سیرت ٹیپو سلطان شہید ص ۴۳۵)

ہندو عہدیدار مناصب علیا پر!

سلطانؒ ہندوؤں کو فقط دور ہی سے نوازتے نہیں رہے، بلکہ انہیں بڑے بڑے عہدوں پر بھی فائز کررکھا تھا۔سلطنتِ خداداد کا وزیرِ خزانہ ہندو برہمن ''پورنیا'' تھا۔یہی ''پورنیا'' باعتبار اختیارات کے وزیر اعظم میر صادق کے بعد سلطانؒ کا نائبِ دوم بھی تھا۔سلطان کا ذاتی منشی اور معتمدِ خاص ''لالہ مہتاب رائے سبقت'' نامی ایک ہندو برہمن تھا ،جو میدانِ جنگ میں بھی شاہی کیمپ میں رہتا تھا اور اخیر تک سلطانؒ کا وفادار رہا۔میسور کی فوج کا افسرِ اعلیٰ ہری سنگھ تھا،جس کا بھائی بھی باوجود ہندو ہونے کے حکومت کا ایک بڑا عہدیدار تھا۔کورگ کی فوج کا افسرِ اعلیٰ ایک برہمن تھا۔علاوہ ازیں تین ہزار کی ایک فوج سردار سیواجی کی کمان میں رہتی تھی ۔اسی طرح اور بھی کئی مناصبِ علیا پر غیر مسلموں کو فائز کررکھا تھا ۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید ص ۴۳۴)

حقوق میں مساوات!

سلطان ٹیپوؒ نے جس طرح عبادت گاہوں میں برابری اور مساوات کا معاملہ کیا ،اسی طرح انسانی حقوق میں بھی بلا تفریق ہندو ومسلم کے مذہبی رواداری کی اعلیٰ مثال قائم کی ۔جہاں انہوں نے کرشنا راؤ اور اس کے بھائیوں کو غداری کی سزا میں تختۂ دار پر لٹکایا، وہیں محمد قاسم اور عثمان خان کشمیری کو بھی موت کے گھاٹ اتارا۔جہاں سلطانؒ نے عیسائی غداروں اور نمک حراموں کے پیشوا اور قائدین کو موت کی سزا دی، وہیں ان مسلمان عورتوں کو بھی قتل کیا جنہوں نے انگریز سپاہیوں کے ساتھ بدکاری کی تھی۔(سیرت ٹیپو سلطان شہید ص ۴۳۳)اہل سنت وجماعت سے عقائد میں بنیادی فرق کی بنا پر مہدوی فرقہ کو سلطانؒ غیر مسلم ہی گمان کرتے تھے، نیز یہ لوگ سلطنتِ خداداد کے لیے آستین کے سانپ تھے، ان میں سے بھی بہتیرے لوگوں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کررکھا تھا۔ جب ان کی انگریزوں کی خفیہ حمایت پر ایک مدتِ دراز گذر گئی اور ذکر بالجہر کا وہ خاص غیر شرعی طریقہ۔جس کے یہ لوگ قائل تھے ۔پوری پوری رات اڑوس پڑوس کے لوگوں کی تکلیف کا باعث بننے لگا، اور برملا حکم عدولیاں کرنے لگے،تو سلطانؒ نے مذکورہ جرائم میں حد تجاوزی کی وجہ سے ان کو جلا وطن کردیا۔

عیسائیوں کے ساتھ سلطان کا سلوک!

عیسائیوں کے ساتھ بھی سلطانؒ کا رویہ کچھ مختلف نہ تھا۔ سلطان نے کئی فرانسیسی عیسائیوں کو اپنی سلطنت میں عہدے سپرد کررکھے تھے۔آرمینیہ کے عیسائی تاجروں کو بھی اپنے ملک میں آکر تجارت کرنے کی اجازت ہی نہیں ، بلکہ ان کی مالی پشت پناہی بھی کی۔ گو اسے تارکینِ وطن عیسائیوں کو دوبارہ اپنی سلطنت میں لاکر بسایا ۔(سیرت ٹیپو سلطان شہید ص ۴۴۵)

رعایا کے دل میں سلطانؒ کی عقیدت ومحبت!

رعایا میں سلطان ٹیپو کی عقیدت اس قدر تھی کہ ہندو مذہب کے دو فرقوں واڈگلائی اور ٹنکالائی کے درمیان اختلاف ہونے پر خود ہندوؤں نے سلطان کو اپنا حکم اور ثالث بنایا تھا۔بھلا اگر سلطانؒ ظالم اور ہندو دشمن ہوتے تو یہ صورتِ حال کیوں کر ممکن ہوتی؟ سلطانؒ کی مذہبی رواداری ہی تو تھی جس نے رعایا کے سینوں میں عقیدت ومحبت کے وہ شعلے فروزاں کیے تھے جنہیں دیکھ کر انگریز بھی ششدر تھے۔سلطانؒ نے جس جگہ اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی اسی جگہ سلطانؒ کے سینکڑوں فدائین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں،جن میں عورتیں بھی تھیں اور جوان لڑکیاں بھی۔جب سلطان کا جنازہ اٹھایا جانے لگا تو راہ میں ہندو عورتیں ماتم کرتے ہوئے اپنے سروں پر مٹی ڈال رہی تھیں ۔(سیرت ٹیپو سلطان شہید ص ۴۴۳)

اسی لیے ظفر علی خان نے کہا تھا:

قوتِ بازوئے اسلام تھی اس کی صولت
اس کی دولت کے دعا گوؤں میں شامل تھے ہنود

قارئین کرام!

سلطانؒ کی مذہبی رواداری اور بلاتفریقِ مذہب رعایا سے حسنِ سلوک ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف ہندو فرقہ پرستوں کے منہ سے نکلا ہوا زہر دیکھیے، تاریخ کے مسخ کرنے اور اسے مٹانے کی زندہ مثال آپ کو واضح طور پر سمجھ میں آجائے گی۔بقیہ(42) پر

رزق میں برکت کے 10 اعمال

عبداللہ احمد

	توبہ واستغفار	
اللہ سے ڈرنا، گناہوں سے بچنا	عبادت میں انہماک	توکل علی اللہ
اللہ کے راستے میں خرچ کرنا	طالب علموں پر خرچ کرنا	رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک
کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک	یکے بعد دیگرے حج وعمرہ کرنا	اللہ کے راستے میں ہجرت

برکت وہ چیز ہے جس کی ضرورت ہوا اور پانی کی طرح ہر آدمی کو ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں موجود ہر چیز اسباب راحت تو مہیا کرسکتی ہے، مگر راحت نہیں۔ دنیوی ترقی سے خوشی کے اسباب تو جمع کیے جا سکتے ہیں، مگر وہ اسباب، خوشی عطا کرنے سے قاصر ہیں۔ ان اسباب کی کثرت تو ہمارے اختیار میں ہے، مگر ایسی برکت جس سے ہر حاجت پوری ہوجائے، یا کم اسباب میں زیادہ کام ہوجائے، یہ صرف اللہ تعالی کے عطا کرنے سے ہی حاصل ہو گی۔ قرآن وحدیث سے دس ایسے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، جن کو اختیار کرنے سے ان شاءاللہ ضرور برکت عطا ہوگی۔ ☆..... برکت کا مطلب دولت کی کثرت نہیں، بلکہ ''کفایت'' ہے، یعنی ضرورت کے لیے کافی ہوجانا ☆..... اے ابن آدم! میری عبادت میں منہمک رہو، میں تیرا دل غنا سے بھردوں گا اور تمہاری محتاجی کا دروازہ بند کروں گا

رزق میں برکت کے 10 اعمال!

1 توبہ واستغفار

2 اللہ سے ڈرنا، گناہوں سے بچنا

3 عبادت میں انہماک

4 توکل علی اللہ

5 اللہ کے راستے میں خرچ کرنا

6 طالب علموں پر خرچ کرنا

7 رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک

8 کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک

9 یکے بعد دیگرے حج وعمرہ کرنا

10 اللہ کے راستے میں ہجرت

توبہ واستغفار!

قرآن پاک میں کئی مقامات پر توبہ واستغفار کے ذریعے رزق میں برکت اور دولت میں فراوانی کا ذکر ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے: ''میں نے ان (قوم) سے کہا: اپنے رب سے معافی مانگو، بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر خوب بارش برسائے گا، تمہیں مال واولاد کی فراوانی بخشے گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور نہریں جاری کرے گا۔'' (النوح، آیت: 10، 11) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص بکثرت استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے چھٹکارا اور ہر تنگی سے کشادگی عنایت فرماتے ہیں اور اسے ایسی راہوں سے رزق عطا فرماتے ہیں، جس کا اس کے وہم وگمان میں گزر تک نہیں ہوتا۔'' (ابوداؤد: 1518) توبہ واستغفار کی حقیقت یہ ہے کہ انسان گناہ کو گناہ سمجھ کر چھوڑ دے، اپنے کیے پر شرمندہ ہو، آئندہ ترکِ معصیت کا پختہ عزم کرے اور جہاں تک ممکن ہو اعمالِ خیر سے اس کا تدارک کرے۔ اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو اس کی توبہ کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ صاحب حق سے معاملہ صاف کرے۔ ان شرائط کے بغیر توبہ بے حقیقت ہے۔

اللہ سے ڈرنا، گناہوں سے بچنا!

''تقویٰ'' اللہ کے احکام پر عمل اور شرعا ممنوع چیزوں سے اجتناب کا نام ہے۔ تقوی ان امور میں سے ایک ہے، جن سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے راہ نکال دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا، جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔'' (سورہ طلاق، آیت: 2،3) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقوی اختیار کرتے، تو ہم آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا اس لیے ہم نے ان کی کمائی کی پاداش میں ان کو پکڑ لیا۔'' (سورۃ الاعراف: 96)

برکت کا مطلب دولت کی کثرت نہیں، بلکہ ''کفایت'' ہے، یعنی ضرورت کے کافی ہو جانا۔ بہت سے لوگ کثرت مال کے باوجود معاشی تنگی کا رونا روتے ہیں اور معاشی طور پر بہت سے بہ ظاہر درمیانے درجے کے لوگ انتہائی اطمینان سے زندگی گزارتے ہیں۔ یہ فرق صرف برکت کی وجہ سے ہے۔ عبادت میں انہماک اس سے مراد یہ ہے کہ عبادت کے دوران بندے کا دل اور جسم دونوں حاضر رہیں۔ اللہ کے حضور میں خشوع وخضوع کا پاس رکھے۔ اللہ کی عظمت ہمیشہ اس کے دل ودماغ میں حاضر رہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! میری عبادت میں منہمک رہو، میں تیرا دل غنا سے بھر دوں گا اور تمہاری محتاجی کا دروازہ بند کروں گا، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تمہارے ہاتھوں کو کثرت مشاغل سے بھر دوں گا اور تمہاری محتاجی کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔'' (ابن ماجہ، 4107)

توکل علی اللہ!

ارشاد باری ہے: ''جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہ اس کے لیے کافی ہوگا، اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ (وقت) مقرر کر رکھا ہے۔'' (سورہ طلاق)

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم حسن وخوبی کے ساتھ اللہ پر توکل کرو، تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کے وقت خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کے وقت آسودہ ہو کر لوٹتے ہیں۔'' (مسند احمد: 205) توکل کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ کسبِ معاش کی تمام کوششوں کو ترک کر دیا جائے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا جائے۔ خود حدیث مذکور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پرندوں کی مثال پیش کی ہے کہ وہ تلاشِ رزق میں صبح سویرے نکل جاتے ہیں۔ پرندوں کا صبح سویرے اپنے آشیانوں سے نکلنا ہی ان کی کوشش ہے۔ ان کی انہیں کوششوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو شام کے وقت آسودہ وسیراب واپس کرتے ہیں، لہٰذا اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اسباب اختیار کرنا عین تقاضائے شریعت ہے۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنا!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا اجر اس کے پیچھے آئے گا اور اللہ بہترین رازق ہے۔'' (سورۃ سبا: 39) دوسری جگہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے، مگر اللہ اپنی طرف سے مغفرت اور فضل (رزق میں کشادگی اور برکت) کا وعدہ کرتا ہے، اللہ بڑی وسعت والا اور بڑا علم والا ہے۔'' (البقرہ: 268) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! خرچ کر، میں تیرے اوپر خرچ کروں گا۔'' (ابن ماجہ)

طالب علموں پر خرچ کرنا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ایک بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علم ومعرفت حاصل کرنے آیا کرتا تھا اور دوسرا بھائی کسبِ معاش میں لگا ہوا تھا۔ بڑے بھائی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی کہ میرا بھائی کسبِ معاش میں میرا تعاون نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔ (ترمذی)

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے وسعت رزق اور لمبی عمر کی خواہش ہو، اسے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔ (صحیح البخاری) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے لمبی عمر، وسعتِ رزق اور بری موت سے چھٹکارا پانے کی خواہش ہو، اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک (صلہ رحمی) کرنا چاہیے۔ (مسند احمد) صلہ رحمی کا جامع مفہوم یہ ہے کہ حسب گنجائش رشتہ داروں کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کا معاملہ کیا جائے اور شر ورفتن سے انہیں محفوظ رکھا جائے۔

کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک!

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بندوں کو ان کے کمزوروں کی وجہ سے رزق ملتا ہے اور ان کی مدد کی جاتی ہے۔ حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سعد نے دیکھا کہ انہیں دیگر لوگوں پر فضیلت حاصل ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کمزوروں کے طفیل ہی تم کو رزق ملتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔'' (بخاری) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ میری رضا اپنے کمزوروں کے اندر تلاش کرو، کیوں کہ تمہیں کمزوروں کی وجہ سے رزق ملتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔'' (مسند احمد)

یکے بعد دیگرے حج وعمرہ کرنا!

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پے در پے حج وعمرہ کرو، کیوں کہ یہ فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں، جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور حج مبرور (مقبول) کا بدلہ صرف جنت ہے۔ (مسند احمد)

اللہ کے راستے میں ہجرت!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت سے ٹھکانے اور بڑی وسعت پائے گا۔ (النساء) ہجرت دارالکفر (جہاں امورِ ایمان کی ادائیگی کی آزادی مسلوب ہو) سے دارالایمان کی طرف نکلنے کو کہتے ہیں۔ حقیقی ہجرت اس وقت ہوگی جب مہاجر کا ارادہ اللہ کا دین قائم کر کے اسے خوش کرنا ہو اور ظالم کافروں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کرنی ہو۔ اس قسم کی ہجرت تو مخصوص حالات میں کی جاتی ہے۔ تاہم ہجرت کی ایک اور صورت ہر وقت انسان کے لیے ضروری ہے۔ وہ گناہوں کی دنیا سے نیکیوں کے جہان کی طرف منتقل ہونا۔ اس ہجرت پر بھی ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ ہمارے رزق میں کشادگی اور برکت عطا فرمائیں گے۔ یہ وہ دس اصول ہیں جن کے بارے میں قرآن وحدیث میں وضاحت ہے کہ ان سے بندہ کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی تنگی دور کر دی جاتی ہے، لیکن انسان کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اصل بے نیاز تو اللہ کی ذات ہے۔ انسان کی بے نیازی یہ ہے کہ وہ اس غنی ذات کے سوا پوری دنیا سے بے نیاز ہو جائے اور یہ سمجھ لے کہ جو کچھ اسے ملے گا اس سے ملے گا، غیر کے آگے ہاتھ پھیلانا بے کار ہے۔ خدا کی رزاقیت وکارسازی کا یقین دلوں کو قناعت وطمانیت کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ قانع شخص کسی کے زر وجواہر پر نظر نہیں رکھتا، بلکہ اس کی نگاہ ہمیشہ پروردگار عالم کی شان ربوبیت پر رہتی ہے۔ مال ودولت کی حرص کا خاتمہ نہیں ہوتا، اس لیے قناعت ضروری ہے، کیوں کہ یہی باعث سکون واطمینان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مالداری مال واسباب کی کثرت کا نام نہیں، بلکہ اصل مالداری دل کی مالداری ہے۔ حضرت ابوذرؓ راوی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ''ابوذر! تمہارے خیال میں مال کی کثرت کا نام تونگری ہے؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر فرمایا: تو تمہارے خیال میں مال کی قلت کا نام محتاجی ہے؟ میں نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''استغنا دل کی بے نیازی ہے اور محتاجی دل کی محتاجی ہے۔ (فتح الباری)

بقیہ: جھوٹ کا عالمی دن

اور آج اِس کے پاس سوائے پچھتاوے اور کفِ افسوس کے کچھ بھی نہیں ہے۔ سو میری قوم کے اِنسانوں تم خواہ میرے حکمران ہو یا سیاستدان یا پھر کسی ادارے کے سربراہ ہو یا آج کفِ افسوس ملتے قمرالزماں جیسے عام شہری تمہیں قوم یا اپنے کسی بھی پیارے کے ساتھ جھوٹ بول کر یا جھوٹے وعدے یا جھوٹے دعوے کر کے ایسا مذاق نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے اِنسانوں کی دل آزاری ہو اور سب کو ہاتھ سوائے پچھتاوے کے کچھ بھی نہ آئے۔ اپریل فول کے مذاق سے لوگوں کو ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے۔ جو بسا اوقات جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اسکا اندازہ دو اپریل کے اخبارات سے لگایا جاسکتا ہے۔ ہمارے چمن میں میرا ایک دوست اور مدنی عطر محل کے پروپرائیٹر مولانا قاری عبدالمالک صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ چمن میں ہی ایک شخص کے مذاق سے معزز بزرگ اپنے ٹانگوں سے ہاتھ دھو بیٹا۔ مذاق ایسا کیا تھا کہ ایک شخص حنان نے ایک بزرگ کو فون کیا تھا کہ آپ کے بیٹے کا یکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور ڈسٹرکٹ ہسپتال چمن میں پڑا ہے۔ وہ گھبرا کر جلدی سے دکان سے ہسپتال جانے لگا۔ لیکن وہ جلدی کی وجہ سے دکان کے سیڑھی میں گر گیا اور دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئے اور بعد میں پتہ چلا کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ اپریل فول کے مذاق تھا۔ عرض یہ ہے کہ اس فعل قبیح سے خود بھی بچئے اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ اور حکومت وقت کو بھی اس پر پابندی لگانے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔

عبداللہ سلمان قاسمی

دین اسلام میں میانہ روی کی اہمیت

دین اسلام کی تعلیمات تمام تر اعتدال ومیانہ روی پر مبنی ہیں، چاہے ان کا تعلق قول وعمل سے ہو یا اخلاق ومعاملات یا دوسرے امور سے۔ یہ عظیم ونمایاں خصوصیت اسی کا حصہ ہے، جس سے دنیا کے تمام ادیان ومذاہب عاری ہیں

اعتدال ومیانہ روی، دین اسلام کی ایسی عظیم صفت ہے جو اس کے ہر معاملہ اور ہر حکم میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔ اعتدال و میانہ روی کا مطلب ہے: تمام احکام وامور میں ایسی درمیان راہ اختیار کرنا جس میں نہ افراط ہو نہ تفریط یعنی نہ شدت ہو اور نہ ازحد کوتاہی۔ جب دین اسلام کی یہ نمایاں خصوصیت ہے جو اس کو تمام ادیان سے ممتاز بناتی ہے، تو لازمی طور پر امت مسلمہ کی خصوصیت بھی یہی ہوگی کہ وہ عدل و اعتدال سے متصف اور افراط وتفریط سے مبرا رہے ،اللہ کا ارشاد ہے۔ مفہوم: اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ تم پر گواہ ہو جائیں۔ (البقرۃ: ۱۴۳) امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''میں سمجھتا ہوں کہ اللہ نے اس امت کو 'امت وسط' کا خطاب اس لئے دیا کہ وہ دین میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں، نہ تو ان کے یہاں نصاری جیسا غلو ہے جنھوں نے رہبانیت کی دعوت دی اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انتہاء پسندی پر مبنی باتیں کہیں، اور نہ یہودیوں جیسی کوتاہیوں اور مجرمانہ حرکتوں کا تصور ہے کہ اللہ کی کتاب میں تبدیلی پیدا کر ڈالی، انبیاء کا قتل کیا، اپنے رب پر جھوٹ باندھا اور اس کے ساتھ کفر اختیار کیا؛ لہٰذا اللہ نے اس امت کا یہ وصف اس لئے بیان کیا کہ اللہ کو اعتدال ومیانہ روی پسند ہے''۔ علماء تفسیر نے 'وسط' کے معنی عادل کے بھی لئے ہیں۔ دونوں معنوں میں تعارض اس لئے نہیں ہے کہ میانہ رو وہی ہوگا جس کے یہاں عدل ہوگا۔

اسلام نے نہ صرف یہ کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں درمیانی راستہ اختیار کرنے کی دعوت دی ہے، بلکہ غلو وتقصیر میں سے کسی ایک جانب جھک جانے سے ڈرایا بھی ہے جیسا کہ سورہ فاتحہ کی ان دعائیہ آیتوں سے واضح ہے جن کو ہمیں پوری سورت کے ساتھ اپنی ہر نماز کے ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے ؛ تاکہ نہ صرف یہ کہ ہم بغیر کسی افراط وتفریط کے ہمیشہ راہ حق و اعتدال پر گام زن رہیں بلکہ اپنے رب سے اس کی توفیق کے طالب بھی بنے رہیں، فرمان ربانی ہے۔ مفہوم: ہمیں سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی نہیں جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہوئے ۔ (الفاتحۃ: ۶و۷)

علماء تفسیر نے بیان فرمایا ہے کہ 'المغضوب علیھم' سے مراد یہودی ہیں اور 'الضالین' سے مراد نصاری ہیں، اور ان دونوں گروہوں کی کج روی کا اندازہ آپ نے امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں سے لگا لیا ہوگا کہ وہ راہ استقامت سے ہٹ گئے تھے۔ یہودیوں کی بڑی گمراہی یہ تھی کہ وہ جانتے بوجھتے ہوئے صحیح راستہ پر نہیں چلتے تھے، آیات الٰہی میں اپنی خواہشات کے مطابق تحریف واضافہ سے گریز

نہیں کرتے تھے۔ نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے، برائیوں سے نہیں روکتے تھے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو 'ابن اللہ' کہتے تھے۔ نصاریٰ کی بڑی غلطی یہ تھی کہ انھوں نے حضرت عیسی السلام کی شان میں غلو کیا اور انہیں 'ابن اللہ' اور 'ثالث ثلاثۃ' یعنی اللہ کا بیٹا اور تین خداؤں میں سے ایک قرار دیا، اور رہبانیت یعنی ترک دنیا کی بدعت ایجاد کی۔

یہود و نصاری کی غلو و تقصیر اور افراط و تفریط کے برعکس ہمارے دین نے اعتدال کی راہ دکھائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، ''سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا'' (متفق علیہ) کی تعلیم دی۔ 'قاربوا' کا مطلب ہے درمیانی راستہ اپناؤ، اور 'سدّدوا' کا مطلب ہے اس راستہ پر جم جاؤ اور استقامت اختیار کرو۔ یہی ہمارے دین کا قول واعتقاد، عمل و عبادات اور معاملات وضروریات میں شیوہ ہے۔ مثال کے طور پر عقیدے کے باب میں ہم یہ پاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدح و تعریف میں حد سے تجاوز کرنے سے منع فرمایا؛ تاکہ اللہ کے ساتھ شرک نہ واقع ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لَاتُطْرُوْنِی كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابنَ مَرْيَمَ ،فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ'' (بخاری)

(میری مدح سرائی میں غلو و انتہا پسندی سے کام نہ لو جیسا کہ نصاری عیسی بن مریم کی تعریف میں حد سے آگے بڑھ گئے، میں صرف ایک بندہ ہوں تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو)۔

اسی طرح عبادات کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو مشقت و ہلاکت میں ڈالنے، یا دنیا سے بے تعلقی اختیار کر لینے سے منع فرمایا۔

عبادتوں میں میانہ روی کی تاکید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری حدیثوں سے ثابت ہے، جن میں ایک مشہور متفق علیہ حدیث ہے: جس کا خلاصہ ہے کہ تین آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادتوں کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے آپ کے گھر والوں کے پاس آئے، جب انہیں تفصیل بتائی گئی تو انھوں نے اسے کم خیال کیا اور کہا کہ ہمارا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقابلہ؟ ان کے تو سارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں؛ لہٰذا ایک نے ہمیشہ نماز پڑھنے کا، دوسرے نے مسلسل روزہ رکھنے کا اور تیسرے نے کبھی شادی نہ کرنے کا عہد کیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے یوں تنبیہ فرمائی: سن لو! اللہ کی قسم میں یقینا تم سب لوگوں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تقوی اختیار کرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جس نے ہماری سنت سے بے رغبتی برتی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ہمارے دین اسلام نے گرچہ آخرت کو مطمح نظر اور مقصد حیات بنانے پر سعادت و کامرانی کا دارومدار رکھا ہے لیکن اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ دنیاوی زندگی کی استواری کے لئے جائز طریقوں سے مال واسباب کا حصول اور مباحات میں اس کا خرچ تمہارا فطری حق ہے، فرمان الٰہی ہے۔ مفہوم: اور جو کچھ اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش رکھو اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھولو۔ (القصص: ۷۷)

مال کے خرچ، کھانے پینے حتی کہ صدقہ وخیرات میں بھی حکم دیا گیا ہے کہ نہ فضول خرچی کرو اور نہ کنجوسی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا۔ مفہوم: اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی، بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ (الفرقان: ٦٧)

مزید فرمایا۔ مفہوم: اور کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔ (الأعراف: ۳۱)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: کھاؤ پیو پہنو اور صدقہ کرو جب تک اس میں اسراف اور تکبر کی آمیزش نہ ہو۔ (سنن ابن ماجۃ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات تمام تر اعتدال و میانہ روی پر مبنی ہیں، چاہے ان کا تعلق قول و عمل سے ہو یا اخلاق و معاملات یا دوسرے امور سے۔ یہ عظیم و نمایاں خصوصیت اسی کا حصہ ہے، جس سے دنیا کے تمام ادیان و مذاہب عاری ہیں اور یہ ان بیش بہا خصوصیات و اوصاف میں سے ایک ہے جن کی وجہ سے دین اسلام کو دنیا و آخرت میں کامیابی کا واحد ذریعہ ہونے کا امتیاز حاصل ہے، اللہ کا اعلان ہے۔ مفہوم: بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ (آل عمران: ۱۹)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ہر عمل میں میانہ روی اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والا بنائے۔

یقین جانیے انسانیت کو ”انسانوں“ کی اشد ضرورت ہے

ذیشان الحسن عثمانی

انسانی خواہشات کبھی تکمیل تک نہیں پہنچتیں، ہر ایک کی کوئی نہ کوئی تمنا ہے جس کی تکمیل باقی ہے، کوئی چاہتا ہے کہ وہ 20 کلوگرام وزن کم کردے تو کسی کو شادی کی تمنا، کسی کو بزنس کا جنون تو کسی کو نوکری کی تلاش۔ ایک سے بڑھ کر ایک مفروضے، نت نئی کہاوتیں، عجیب وغریب امثال اور ذہین وفطین افکار۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم ایک اچھا انسان بننے کا بھی تہیہ کرلیں۔ کوئی ایسا ادارہ بھی ہو جہاں انسان بنائے جائیں اور مخلوقِ خدا کی تربیت پر کام ہو۔ کتنی سیدھی اور سادہ تمنا ہے۔ عقل، غصہ اور شہوت (جنس) وہ تین جبلتیں ہیں جو جانداروں میں پائی جاتی ہیں۔ نباتات اور پودوں میں جنس ہوتی ہے مگر عقل اور غصہ نہیں۔ جانوروں میں غصّہ ہوتا ہے اور شہوت بھی مگر عقل نہیں۔ فرشتوں میں عقل ہوتی ہے مگر غصہ اور شہوت نہیں۔ انسان وجن میں عقل، غصہ اور شہوت تینوں ہوتی ہیں۔ ان تینوں کو اعتدال پر رکھنے کا نام انسانیت ہے۔ یہ اعتدال یوں تو آسان لگتا ہے، ہر آدمی دعویٰ کرتا ہے کہ جناب غصہ تو آتا ہی نہیں ہے، جنس پر مکمل کنٹرول ہے اور عقل بھی دیکھ کے استعمال کرتے ہیں مگر حقیقت میں اِن کی آفتوں سے بچنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اگر کوئی شخص زندگی بھر کام کرتا رہے اور مرتے دم تک اِسی فکر میں لگا رہے تو شاید کچھ بہتری کی اُمید ہو۔ جس نے سمجھ لیا کہ وہ اِس اعتدال میں کامیاب ہوگیا ہے تو درحقیقت وہ غلط ہے۔ عقل کی خرمستیاں تو منہ چڑھ کر بولتی ہیں۔ بڑے بوڑھے کہتے تھے کہ جب دلیل اور بندہ آمنے سامنے ہوں تو دلیل مار دو بندہ بچالو۔ آج اِسی عقل اور دلیلوں کو لوگوں کی گردنیں اُتارنے پر استعمال کرتے ہیں۔ کوئی آپ سے چبھتا ہوا سوال پوچھ لے، کوئی سوشل میڈیا پر کوئی بحث چھیڑ دے، کوئی بڑا یا اُستاد کوئی ایسی بات کر بیٹھے جو آپ جناب کے مزاج سے موافق نہ ہو، کوئی ساتھ کام کرنے والا آپ سے آگے بڑھ جائے، کسی رشتے دار کے بچے آپ کے بچوں پر فوقیت لے جائیں، یا کوئی پڑوسی آپ سے اچھا مکان بنالے یا گاڑی لے آئے، پھر دیکھیں اس عقل کے کرشمے۔ جب تک کمائے ہوئے مال کو حرام، کئے گئے اعمال کو کفر، اور پائی گئی شہرت کو ذلت میں ثابت نہ کردے یہ عقل خاموش نہیں ہو پاتی۔ کسی شخص کی ترقی وکامیابی کو نہ ماننا بھی تکبر کی نشانی ہے اور تکبر عقل پر پلتا ہے۔ آپ دماغ چلانا بند کردیں تو یہ بھوکا مرجائے کہ اِسکو غذا کی شکل میں معلومات ہی نہ ملے۔ غصّے کو اعتدال پر رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ آدمی کو خلافِ مزاج بات پر غصّہ آتا ہی ہے۔ کوئی ظلم دیکھے، ناانصافی کا سامنا ہو، کوئی لوٹ لے، چوری ہوجائے۔ کوشش کرنی چاہئیے کہ اِس آگ کو اچھے کاموں میں لگائے۔ غصّے سے سینک لے اور نیک کام کرے۔

بقیہ: صفحہ نمبر (39) پر



چمکا نہ چمکے گا کوئی تجھ جیسا آفتاب و مہتاب

رشید احمد نعیم

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند کے چہرے پر چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

حضرت آدمؑ کا خُلق ،حضرت شیثؑ کی معرفت،حضرت نوحؑ کا جوش ،حضرت ابراھیمؑ کا ولولہِ توحید،حضرت اسماعیلؑ کا ایثار،حضرت اسحاقؑ کی رضا،حضرت صالحؑ کی فصاحت،حضرت لوطؑ کی حکمت ،حضرت موسیٰؑ کا جلال،حضرت ھارونؑ کا جمال،حضرت یعقوبؑ کی تسلیم ورضا،حضرت داؤدؑ کی آواز،حضرت ایوبؑ کا صبر،حضرت یونسؑ کی اطاعت،حضرت یوشعؑ کا جہاد،حضرت دانیالؑ کی محبت،حضرت الیاسؑ کا وقار،حضرت یوسفؑ کا حُسن ،حضرت یحییٰؑ کی پاک دامنی،حضرت عیسیٰؑ کا زُہد جیسے کروڑھا اوصاف کو یکجا کیا جائے تو سچوں کے سردار ،صدیقوں کے بادشاہ، امینوں کے سرخیل،دیانتداروں کے سپہ سالار پیکر حسن وجمال حضرت محمد ﷺ کی شخصیت اور ذاتِ اقدس کا چاند سا چہرہ نظر آتا ہے،جن کی صداقت پر ان کے دشمن بھی اعتماد کرتے تھے،جن کی امانت ودیانت کا تذکرہ ان کے حاسدوں کی زبان پر بھی تھا۔

ان کے خون کے پیاسے بھی انہیں صدیق وامین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔جن کی زبان نبوت ملنے سے پہلے بھی جھوٹ سے نہ آشنا تھی۔

وہ کون سی صفت اور وہ کون سا کمال ہے جو محبوبِ خدا ،سرورِ کائنات اور پیکرِ اخلاق حضرت محمد ﷺ میں موجود نہیں تھا،حیاء کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیا دار تھے ، تواضع اور صلہِ رحمی کی اس منزل پر فائز تھے کہ ڈھونڈنے سے بھی کوئی مثال نہیں ملتی ہے،غلاموں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیتے ،غریبوں کی عیادت فرماتے ،فقراء کے ہمنشیں ہوتے ،امتیازی شخصیت نہ اختیار فرماتے ،ضعیفوں کا بوجھ خود اٹھالیتے ،خوش اخلاقی کی یہ حالت تھی کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت میں رہا،آپ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا،حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو حضور ﷺ سے زیادہ خوش اخلاق اور خوش مزاج نہیں دیکھا،شجاعت کے اس رتبے پر فائز تھے کہ جنگِ حنین میں جب مشرکوں کے سخت حملے کی تاب نہ لاکر مسلمان اِدھر اُدھر بکھر گئے۔تو پیغمبرِ اعظم ﷺ دشمنوں کو للکارتے ہوے خود میدانِ کارزار میں موجود رہے،عفودرگزر کی انتہا یہ تھی کہ فتحِ مکہ کے موقع پر اپنے خون کے پیاسوں، صحابہ پر مکہ کی زمین تنگ کرنے والے درندوں، بلالؓ وخبیبؓ پر ظلم ڈھانے والے ظالموں،سمیعہؓ اور یاسرؓ کو شہید کرنے والے وحشیوں کو یہ کہہ کر معاف کردیا کہ ”آج تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تم کو معاف کرے اور بے شک وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے“۔حضرت حمزہؓ کی قاتل اور کلیجہ چبانے والی ہندہ کو معاف کرکے عفودرگزر کی وہ اعلیٰ مثال قائم کی جو آج تک ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے،صبروشکر میں آپکا کوئی ثانی نہیں ہے،حضرت سیدہ عائشہؓ کے بقول بعض دفعہ ایک ایک ہفتہ تک گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا ،صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا مگر نبی اکرم ﷺ پھر بھی انتہائی صبر کے ساتھ خدا کا شکر ادا کرتے ،محبت وشفقت کا یہ عالم تھا کہ انسانوں کے علاوہ حیوانوں پر بھی آپ ﷺ بہت شفیق تھے۔آپ ﷺ کی شفقت ومحبت کا نتیجہ تھا کہ جب حیوانوں پر ظلم ہوتا تو وہ بھی آپ ﷺ کے پاس شکایت لے کر آتے سچائی کی

حالت یہ تھی کہ دشمن بھی آپ ﷺ کے سچے ہونے کا اقرار کرتے تھے، جنگِ بدر میں اخنس بن شریق نے ابوجہل سے پوچھا ''یہاں ہم دونوں کے علاوہ تیسرا کوئی نہیں ہے، سچ بتانا کہ محمد ﷺ سچا ہے یا جھوٹا؟'' (نعوذ باللہ) ابوجہل نے جواب دیا ''۔خدا کی قسم! محمد ﷺ سچ بولتا ہے، اور اس نے کبھی غلط بیانی نہیں کی ''حضور ﷺ حسنات وکمالات کا اعلیٰ ترین مرقع تھے۔آپ ﷺ حُسن وجمال میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔حضرت جابربن سمرہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا چہرہ آفتاب ومہتاب جیسا تھا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

چاند سے تشبیہ دینا بھی کوئی انصاف ہے
چاند کے چہرے پر چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

حضرت حسانؓ کہتے ہیں ،میری آنکھ نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین کبھی دیکھا ہی نہیں آپ ﷺ سے زیادہ جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔کسی شاعر، کسی مفکر نے حضرت جبرائیلؑ کے جذبات کی ترجمانی کچھ اس طرح کی ہے'' میں کائنات کا کونہ کونہ پھرا ہوں، میں نے مشرق ومغرب کی سیاحت کی ہے، میں نے حسن وجمال کے اعلیٰ شاہکار دیکھے ہیں، میں نے ایسے بھی دیکھے ہیں جن کے حُسن کی بتوں کی طرح پرستش ہوتی ہے لیکن آمنہ کے لال کے رخِ انور کو دیکھا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ ﷺ انوکھے اور بے مثال حُسن کے مالک ہیں'' محسنِ انسانیت وہ رسولِ ھاشمی ﷺ ہیں، جنہوں نے ہمیں خدا سے ملوایا۔ جنہوں نے انسانوں کو خدا کا جلوہ دکھایا۔جنہوں نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی ،دن کی روشنی، سورج کی چمک، جگنو کی دمک، ذرہ کی پرواز اور قطرہ کی طراوت میں عرفانِ ربانی کی سیر کرائی جن کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، راہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی اور شاہوں کو اخوانی سکھائی ،جنہوں نے خشک میدانوں میں علم ومعرفت کے دریا بہائے ،جنہوں نے اونٹوں کے چرواہوں کو زمانے کا امام بنایا، جو غریب کے محب، مسکین کے ساتھی ،غلاموں کے محسن یتیموں کے سہارا، بے آسروں کا آسرا، بے خانماؤں کے ماوی، دردمندوں کی دوا اور چارہ گروں کے دردمند تھے، آپ ﷺ کو اپنی امت سے بہت محبت تھی، ہر وقت، ہر لمحہ، ہر گھڑی اور ہر آن اپنی امت کی فکر رہی حضور ﷺ کو جس حالت میں دیکھیں امت کی فکر تھی، رات کی خلوتوں میں امت کی فکر، دن کی جلوتوں میں امت کی فکر، مکہ اور مدینہ میں امت کی فکر، بدر وحنین میں امت کی فکر، صحت وتندرستی میں امت کی فکر، بڑھاپے اور بیماری کی حالت میں امت کی فکر، فرش پر امت کی فکر، معراج پر امت کی فکر، دنیا میں امت کی فکر، دنیا سے جانے کے بعد بھی امت کی فکر، قیامت کے ہولناک منظر میں جب انبیاء اکرام نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے تو آقائے دو جہاں ،سردار کون ومکاں شفیع عاسیاں امتی امتی کہہ رہے ہوں گے۔جذبہ ایمانی کا تقاضہ ہے کہ ہم بھی اپنے پیارے رسولؐ سے اپنی جان ومال ،اولاد اور ہر چیز سے بڑھ کر محبت کریں اپنی زندگی کو اطاعتِ رسول میں گزاریں اور یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

بقیہ انسانیت کو انسانوں کی اشد ضرورت !

اپنے بیوی بچوں، اہلِ وعیال کے معاملے میں تو ہر کوئی درگزر سے کام لیتا ہی ہے، پتہ تو اُس وقت چلتا ہے جب نوکر کا بچہ گلاس توڑ دے۔ سرعام کوئی گالیاں دینا شروع کردے اور کوئی بغیر کسی وجہ کے آپ کی بے عزتی پر تُل جائے۔ ہمارے ملک میں فرسٹریشن اتنی زیادہ ہے کہ ہر شخص کو تختۂ مشق چاہیئے ہوتا ہے، اپنا غصہ نکالنے کے لئے۔جنس ایک بے لگام گھوڑا ہے۔ اسے سدھانا بہت مشکل ہے۔ یہ موت تک زور لگاتا رہتا ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ کائنات میں جنس کے سوا کچھ نہیں دکھتا، باقی تمام گناہ چھوٹے لگنے لگتے ہیں۔جنس کا ذہانت کے ساتھ بھی کوئی تعلق ضرور ہے جتنا آدمی ذہنی طور پر طاقتور ہوتا ہے اتنا ہی جنسی رجحان اس میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ کڑا امتحان ہوتا ہے کہ حسن اپنے آپ کو پیش کرے، گانوں، فلموں، اِشتہاروں، اور روڈ بل بورڈز کی شکل میں آپکے سامنے جلوہ گر ہو اور آپ اپنے آپ پر قابو رکھیں اور نظریں جھکالیں۔ میرے ایک دوست کہتے ہیں کہ یاداشت بڑھانی ہو تو آنکھوں کی حفاظت کرنی چاہیئے کہ علم کبھی گندے برتن میں نہیں آتا۔قدرت نے جو جائز طریقے بتائے ہیں آدمی اس پر چلے۔ان سے بھی کنارہ کشی کرے گا تو تباہ ہوجائے گا۔ جو بندہ قدرت سے ٹکرایا، قدرت نے اُسے پچھاڑ دیا۔ جب بندہ اِن تینوں پر قابو پالیتا ہے تب ہی وہ سلیم الفطرت بنتا ہے، تب ہی اُسے حق ہے کہ انسان کہلایا جائے اور کسی اُستاد کے بغیر یہ مقام ملنا بہت مشکل ہے۔ آیئے مل کر کوشش کریں کہ انسانیت کو انسانوں کی ضرورت ہے۔

خلافت اور خوارج

خوارج ''کل اور آج'' ایک چشم کشا تحریر (قسط دوم)

اور امت نے ایسے علماء اور حکمرانوں کے آگے خود کو جھکا دیا، جو فقط حکام کی مرضی کے مطابق بیان کرتے ہیں اور انہی حکام کے لیے فتاوی دیتے ہیں اور امت کے لیے حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہیں، واللہ المستعان۔ اس لیے خلافت کے قیام اور اس کیلئے کوشش واجبات میں سے ہے، اور امت کی شان و شوکت ان کے متحد ہونے اور دین سے جڑ جانے میں ہے۔ اسی غرض سے یورپی ممالک نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے 'سائیکس پیکو' کی فرضی حدود کا اہتمام کیا، اسی لیے اقامتِ دین اور احکاماتِ شریعت کا مکمل نفاذ اسی خلافت سے منسوب ہے، اور مسلمانوں کے لیے مکمل امن خلافت کے قیام کے بغیر ممکن نہیں''۔ اس بعد آپ حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''کوئی اعلانِ خلافت جو شروط کا لحاظ رکھے بغیر ہی کر دیا جائے، ایک ایسی کیفیت کو جنم دیتا ہے جس میں جذبات کے ذریعے خوشگوار بے چینی کا ماحول بنا دیا جاتا ہے یا ناجائز طور پر جذبات سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ ایسے اعلانات دین کے لیے فائدے سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ جماعت بغدادی کا خلافت کا اعلان کوئی پہلا امر نہیں ہے بلکہ اس سے قبل ایسے اعلان الجزائر میں بھی ہو چکے ہیں۔ اس الجزائر گروہ نے ناجائز قتل و غارت کی، امت افراتفری کا شکار ہوئی اور مغرب اور انکے آلہ کار اس سے خوش ہوئے۔ یہ اس سبب ہوا کہ اس گروہ نے خلافت کے اعلان میں تمکن (غلبہ) سے قبل ہی عجلت دکھائی۔ دو دسال پہلے، ابو البنات اور انکے حواریوں نے شام میں خلافت کا اعلان کیا اور بیعت کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے خود کو شورائیتِ امت سے علیحدہ کیا، پس وہ نیست و نابود ہو گئے۔ کچھ نوجوانوں نے افغانستان میں خلافت کا اعلان کیا اور مجاہدین کے خلاف برسرِ پیکار ہوئے، اور امت پر اپنے گروہ کی بیعت کو لازم کیا اور اس بنیاد پر قتال کیا اور خود بھی قتل ہوئے اور دوسروں کو بھی قتل کیا''۔ ہمارے کچھ مخلص بھائی یہ سمجھتے ہیں چونکہ پہلے خلافت تھی ہی نہیں تو اگر اب خلافت آ ہی گئی تو جیسی بھی ہے قبول کر لو، حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ الجزائر میں بھی ایسی ہی خلافت کا اعلان ہوا تھا جنھوں نے سوائے مسلمانوں کے خون بہانے کے کچھ حاصل نہ کیا اور آج اُن کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا اب صرف وہاں راسخ العقیدہ مجاہد موجود ہیں۔ یہ سادہ لوح مسلمان داعشی فلم کے ایکشن دیکھ کر ان کے دیوانے ہو جاتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ خلافت کے لئے کیا احکام و شرائط ہیں۔ جو لوگ صحیح اسلامی خلافت کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور وہ داعش کے بارے میں متزلزل ہیں اگر وہ صحیح معنوں کوئی حق کا متلاشی ہے تو اس بارے میں شیخ عبد المحسینی فرماتے ہیں ''ہر راست باز شخص سے میں یہ کہوں گا، اللہ سے ڈریں، یہ معاملہ فقط جہاد کی صفوں میں تفریق پیدا کرنے والا وہی سابقہ واقعات (الجزائر، شام اور افغانستان میں اعلانِ خلافت) جیسا تکرار ہی ہے، جس میں عجلت پسندی غالب آ رہی ہے، جس میں باقی جہادی جماعتوں، انکے علماء، اہل عقل اور امت کے اہل حل وعقد سے رجوع کیے بغیر تمام معاملات کیے گئے ہیں۔ آپ لوگ اللہ کے سامنے ان افعال کا بوجھ ضرور اٹھانے والے ہیں۔

اے حق کے متلاشی،۔۔۔۔۔۔

اہل علم نے کسی حاکم کی امامت کے لیے تین صورتیں بیان کی ہیں:

۱) استخلاف (سابقہ حاکم کی طرف سے ولی عہد کا انتخاب ہونا)

۲) شوری (منہج نبوت کی طرز پر)

۳) متغلب (جو حکومت پر غلبہ پالے)

جہاں تک معاملہ استخلاف سے امام بننے کا ہے تو وہ

وقوع پذیر نہیں ہوا ہے، پس جہاں تک بغدادی کا معاملہ ہے تو اب صورت متغلب کی بچتی ہے یا منہج نبوت پر شورائیت کی۔

اب جہاں تک معاملہ شوری کا ہے، تو ہمیں جو مطلوب خلافت ہے وہ منہجِ نبوت کے اوپر ہے جسکا ہم سے وعدہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا ہے اور اسی خلافت کے لیے ہم فی سبیل اللہ اپنے خون کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں تا کہ اس مطلوبہ خلافت کا احیاء ہو سکے۔ پس یہ وہ خلافت ہرگز نہیں ہے جس کا اعلان بغدادی نے (بغیر شوری) کے کیا ہے ۔۔ پھر کہتے ہیں ۔۔۔ نماز کے اوقات ہیں اور اس کی قبولیت کی شرائط ہیں، اسی طرح دیگر فرض عبادات کا احوال ہے جیسے حج، روزہ، زکوۃ؛ ہماری نماز، روزے، حج، خلافت سے محبت ہم سے اس چیز کا تقاضا ہرگز نہیں کرتی ہے کہ ہم اس اسے جب وقت بھی چاہیں اپنی منشاء کے مطابق ان عبادات کو قائم کرلیں اور ساتھ یہ گمان بھی رکھیں کہ دین اور عملِ صالح سے محبت کے پیش نظر یہ تمام اعمال کر رہے ہیں۔ پس اس طرح تو ہم بدعت کی طرف قدم بڑھا دیں گے، اور یہی معاملہ خلافت کے ساتھ بھی ہے کہ اسے اپنی مرضی کے مطابق بغیر شروط کا اہتمام کیے قائم نہیں کیا جا سکتا ہے جس طرح باقی عبادات کے لیے شروط ہیں، اسی طرز پر خلافت کے لیے بھی شرائط موجود ہیں، اور ان میں سب سے اہم ترین شرط تمکن اور شوری کی ہے۔ [ایک حقیقی معتبر تمکن جو کسی وہم سے بالاتر ہو اور منہجِ نبوت کی طرز پر شورائیت پر مبنی ہو، نہ کہ کسی ایک گروہ کی نمائندگی کرتا ہو] [خلافت امت کے لیے ہے کسی خاص جماعت کے لیے نہیں ہے]۔'' اس کے بعد ایک سوال جو شیخ حفظہ اللہ ہی نہیں پوری اُمت کا ایک ایک مجاہد بھی کرتا ہے'' کیا ملا عمرؒ یا ملا اختر منصور، الظواہری، امیرِ قوقاز، الوحیشی (یمن کے امیر) اور دیگر دوسرے امرائے جہاد نے یہ انتخابِ خلیفہ کیا ہے؟ کیا علمائے ارض یا دیگر دوسرے علاقوں میں موجود علماء نے اس کا انتخاب کیا ہے''؟۔۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: [اگر مجھے بغیر شوری (مشاورت) کے امیر بنانے کی اجازت ہوتی، تو میں ابن مسعودؓ کو امیر منتخب کرتا]۔ آخر میں آپ (شیخ المیحسنی) فرماتے ہیں کہ'' یہ اعلان جسے (دولۃ العراق والشام) کے نام نے منسوب کیا جاتا ہے ایک بہت بڑی غلطی ہے، امت کے اوپر جرأت کرنے والا معاملہ ہے اور جنہوں نے اس معاملہ میں حمایت ونصرت کی اور بیعت دی ہے، ان کے لیے ہلاکت ہے اور ان کو اس امر کے تباہ کن نتائج کا بوجھ اٹھانا ہوگا۔ ہم ایک ایسی خلافت کا سامنا کر رہے ہیں جو تمکن اور شوری کے بغیر قائم کی گئی ہے، جو ظلم پر قائم کی گئی ہے، منہجِ نبوت پر قائم نہیں ہوئی، اب اس استبداد پر مبنی خلافت کے لیے اور کتنا خون بہایا جائے گا؟ میں نے ذاتی حیثیت میں بھی اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ بغدادی کو شام کے کثیر علاقوں پر غلبہ اور تمکن حاصل نہیں ہے جیسے حلب، ساحل، حمص، دمشق، غوطہ اور دیگر دوسرے علاقے۔ پھر کس طرح امت پر اس خلافت کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ، اللہ کی قسم یہ ایک سنگین غلطی ہے اور اندھا فتنہ ہے''۔ یہ اللہ کے وہ بندے ہیں جو اس وقت بھی جہاد کے میدانوں میں موجود ہیں اور شام میں قصائی بشار الاسد کے خلاف خود لڑ رہے ہیں آپ جیش فتح کے امیر جیش فتح جو شام کی بڑی جہادی جماعتوں کا اتحاد ہے اس کے امیر ہیں۔ اس کے بعد اردن کے مجاہد عالم دین شیخ ابو محمد المقدسی حفظہ اللہ جن کو حق گوئی وجہ سے کئی سال تک نظر بند رکھا گیا اور قید و بند کے دوران بھی سخت مصائب اور صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں مگر آپ آج اپنے بات پر قائم ہیں۔ یاد رہے کہ آج تک داعش عراق میں انھی شیخ کے فتاوی کو دعوت کے لئے استعمال کرتے رہی مگر جب یہ لوگ حد گزر گئے اور مجاہدین کا قتل عام شروع کر دیا تو شیخ ابو محمد المقدسی نے داعش کو مجاہدین کی تکفیر اور اُن کے خون بہانے سے منع کیا جب داعشی باز نہ آئے اور ایک قدم آگے بڑھ کر خود ساختہ خلافت کا اعلان کر دیا تو اس پر آپ نے بھی اپنے قلم سے مقابلہ کیا۔ جب آپ نے فتوی دیئے تو داعش کے حامی کہنے لگے کہ یہ تو طاغوت کے زیر سایہ زمین پر بیٹھے ہیں یہ کیا حق گوئی کریں گے مگر وہ بھول گئے کہ کل تک ابھی کہ فتاوی کو ہم دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے۔ اگر یہ بات مان بھی لی جائے تو دنیا کا کوئی عالم ہی فتاوی دینے کا مجاز نہیں بلکہ شیخ اسامہ سمیت تمام قائد جہاد کے بارے میں کیا خیال ہوگا۔ غیر متصدقہ ذرائع تو یہ بھی کہتے ہیں کہ الرقہ جو داعش کا مرکز ہے وہاں کے داعشی مفتی نے شیخ اسامہؒ کی بھی تکفیر کی ہے۔ بارحال ہم اسے غیر متصدقہ ہی سمجھتے ہیں۔ شام میں شیعطات قبیلے کا قتل عام بھی سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ داعش سنی مسلمانوں کو بھی معاف نہیں کرتی۔ شیخ ابو محمد المقدسی کے بیان سے چند اقتباسات لیتے ہیں جب آپ نے داعش اور شامی مجاہدین کے درمیان صلح کی کوشش کی تو آپ کس نتیجے پر پہنچے؟ اور اس نام نہاد خلافت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں'' میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ تنظیم الدولۃ الاسلامیہ فی العراق و

الشام ایک گمراہ جماعت ہے جو حق سے دور ہے، یہ مجاہدین کے خلاف ظالموں میں سے ہیں۔ یہ غلو کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں۔ یہ ناحق خون بہانے میں خود کو الجھاتے ہیں، ان کے اموال کو غصب کرتے ہیں، ان کو مالِ غنیمت سمجھتے ہیں، اور ان علاقوں پر جو انہوں نے بشاری نظام سے لیے ہیں اس کے اندر قبصہ گیری بھی کرتے ہیں۔ اس گروہ نے جہاد اور عظیم مجاہدین کے نام کو بدنام کیا ہے۔ انہوں نے مرتدین اور محاربین سے لڑنے کی بجائے اپنے ہتھیاروں کا رخ مجاہدین اور مسلمین کی طرف پھیر دیا ہے اور جو ان کی دوسری محفوظ شدہ انحرافات ہیں، وہ اس کے علاوہ ہیں''۔ پھر آگے چل فرماتے ہیں ''ہم دنیا بھر میں اپنے داعیانِ دین اور مجاہدین بھائیوں سے کہتے ہیں: آپ اللہ تعالیٰ کے اس کلام اور نصیحت کو سنیے، اور جو چیز بھی اس کے خلاف ہو، اسے دیوار پر دے ماریے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔ [۴۷:۳۳]

مزید فرماتے ہیں:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا

اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا۔ [۱۶:۹۲]

پس اپنی قیادت، امراء اور کبار قائدین کے گرد خود کو اکٹھا کر لیجیے اور ان لوگوں کی صداؤں سے کمزور مت ہوں جو مسلمانوں کی صفوں کو تقسیم کر رہے ہیں۔

بقیہ: سلطان ٹیپوؒ اور مذہبی رواداریاں

جو لوگ تحمل مزاجی اور برداشت کی دولت سے محروم ہیں، اور جو تعصب کے ناپاک نالے کے گندے کیڑے ہیں، جو سانپ و بچھو کی طرح ہمیشہ زہر اگلتے رہتے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ سلطان ہندو کُش اور متعصب ظالم حکمران تھا!!! کاش ایک نظر

اپنے دامن پر بھی ڈال دی ہوتی!

ع دامن تو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

افسوس اس پر بھی ہے کہ سرزمینِ ہند کے اس عظیم سپوت کے حالاتِ زندگی اور اس کے قابلِ رشک کارنامے باشندگانِ ملک تک صحیح معنوں میں پہنچائے نہیں گئے ہیں، ورنہ ممکن نہ تھا کہ سلطانؒ کو متعصب اور ہندو دشمن ظالم حکمران کہا جاتا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی رواداری، غیر مسلموں کی خوشی و غم میں شریک ہونے اور ان کے مذہبی جذبات کا خیال رکھنے میں سلطانؒ اس قدر آگے نکل گئے تھے کہ بعض مواقع پر فقہی اعتبار سے اس پر بحث بھی کی جاسکتی ہے۔

المیہ یہ ہے کہ خود مسلمانانِ ہند اپنے سلاطین و حکمرانوں کے کارناموں اور ان کی عدل پروری کی داستانوں سے ناواقف ہیں۔ اگر ٹیپو سلطان کے مسئلہ میں سنجیدگی اختیار نہ کی گئی اور اسے پڑھا اور پڑھایا نہ گیا تو وہ دن دور نہیں جب ٹیپو سلطانؒ جیسا عادل حکمران بھی ''محمود غزنویؒ'' اور اورنگ زیبؒ'' کی طرح کٹہرے میں کھڑا ہوگا اور مسلمانِ ہند وکیلِ صفائی بن کر وضاحتیں دے رہے ہونگے۔ لیکن افسوس!!! تب پانی سر سے اوپر ہو چکا ہوگا

بقیہ: حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ

حسن بلیقیا اور دجلہ و فرات کے درمیانی علاقوں میں فوجیں پھیلا دیں۔ حیرہ والوں نے مثنیٰ کو خبر دی کہ قریب ہی ایک قریہ ہے، جہاں بہت بڑا بازار لگتا ہے، اس میں فارس، اہواز، اور تمام دور دراز کے علاقوں کے تاجر اپنا مال لیکر آتے ہیں، اگر تم اس پر حملہ کرو تو بہت مال غنیمت ہاتھ آئیگا؛ چنانچہ مثنیٰ خشکی کے راستہ سے بڑھے، اور راستہ میں انبار کا محاصرہ کیا، اور اس کے حاکم سے کہا بھیجا کہ ہم تم کو امان دیتے ہیں، تم آکر تخلیہ میں ہم سے مل جاؤ، اس پیام پر انبار کا مرزبان آیا، مثنیٰ نے اس سے کہا کہ ہم سوق بغداد پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، اس لیے ہم کو ایسے رہنماؤں کی ضرورت ہے، جو رہنمائی بھی کریں اور فرات پر پل بھی بنائیں، مرزبان نے اپنے رہنما ان کے ساتھ کر دیئے، مثنیٰ ساتھ لیکر سوق بغداد کی طرف بڑھے اور فرات پر ان سے پل بنوا کر اس کو پار کر کے سوق بغداد پر حملہ کر دیا، اہل بازار بالکل غافل تھے، اس لیے وہ اس ناگہانی حملہ سے بالکل بدحواس ہو گئے اور کل سامان تجارت چھوڑ کر بھاگ گئے یہ تمام سامان مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔

(اخبار الطوال: ۱۲۲)

وفات

سوقِ بغداد کے بعد اور چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں، حضرت عمرؓ ایران پر عام لشکر کشی کی تیاریاں کر رہے تھے کہ مثنیٰ کا وقت آخر ہو گیا اور وہ واقعہ جسر کے صدموں سے قادسیہ سے پہلے وفات پا گئے۔ (اسد الغابہ: ۴/۲۹۹)

ہم آخرت کے راہی

احسن عزیز شہیدؒ کی نظم کے کچھ اشعار

دنیا سے جی چرا کر عقبیٰ سے دل لگا کر
اپنوں سے دور جا کر خوں جگر جلا کر
ہم دے چلے جہاں میں توحید کی گواہی
ہم آخرت کے راہی

طارق کی پیروی میں پس قدمیاں بھلا کر
کودے تھے ساحلوں پر ہم کشتیاں جلا کر
بے نور گھاٹیوں کی ہم سے چھٹی سیاہی
ہم آخرت کے راہی

رب سے کیا تھا وعدہ جنت کا تھا ارادہ
مرنے کی جستجو میں جینے سے بھی زیادہ
تثلیث کی صفوں میں ہم سے مچی تباہی
ہم آخرت کے راہی

حاصل جمہوریت کا انسان کی ترقی
ارواح کا تنزل ابدان کی ترقی
ہم چاہ تو سکتے تھے لیکن ہم نے نہ چاہی
ہم آخرت کے راہی

اک شہر بے اماں میں مسکن رہا ہمارا
بے خانماں سہی پر ہم نے تھے بے سہارا
ہوتے نہیں ہیں تنہا اللہ کے سپاہی
ہم آخرت کے راہی

جس جا کہے شریعت ہم سر بکف وہاں ہوں
حق روک دے جو لیکن رک جائیں ہم جہاں میں
ہم کو نہ ہو گوارا اسلام کی تباہی
ہم آخرت کے راہی

جگنو سہم گئے!

کوئی شک نہیں قوم گزشتہ 15 برس سے دکھ اور غم آندھیوں میں گھر چکی ہے۔ 2007 لال مسجد کے سانحہ کے بعد اس طوفان بلا خیز میں اور زیادہ شدت آئی۔۔ کہ کشت وخون کا یہ سفر تھمنے کا نام تک نہیں لے رہا، کل شام 70 خاندان اجڑ گئے، کئی پھول مسل دے گئے، کئی کلیاں روندی گئیں، کئی سہاگ ویران کر دے گئے۔۔ کئی سہارے چھین لیے گئے۔۔ جگنو سہم گئے۔۔

اندھیرے متکبر ہو گئے۔۔ ویرانیاں۔۔ اداسیاں چھا گئی۔۔ چیخ وپکار کا پہرہ رہا۔۔

رو رو کر کئی گلے خشک ہو گئے۔۔۔ فونز کی اداس بیلیں بجتی رہ گئیں۔۔

دکھ اور غم کا سیل رواں چڑھ دوڑا۔۔۔ ایک غم کے بعد دوسرا غم پھن پھیلائے دکھنے لگتا ہے

اس درندگی کو بھی مذھب کی پیوند کاری کی جائیگی۔۔۔ کوئی ملّا۔۔ کہیں حافظ۔۔۔ کہیں کوئی صوفی دھر لیا جائیگا۔۔

قاتل پھر اٹکھیلیاں کرتا۔۔ ہماری بے بسی پر مسکراتا۔۔ ہماری دانش کا ٹھٹھہ مذاق بناتا دھلی ممبئی جا بیٹھے گا۔۔

لو اب تم ہی اپنی تباہی کا تماشہ کرو۔۔۔

یہ لہو اور آگ کا کھیل انتقام کا پٹرول نہیں۔۔ حلم وتدبر کا پانی مانگ رہا ہے۔۔ دھکتے شعلوں کو خشک گھاس پھوس کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔ بجھانا چاہتے ہیں تو مٹی اور پانی ڈھونڈا جاتا ہے۔۔ اے کاش۔۔ میری اس نحیف قوم کو امن وسلامتی کی سانسیں نصیب ہو پائیں۔۔ ہماری ٹیم جب پٹھانکوٹ میں ہندوں کے زخموں کو دھو ہی تھی تب اجیت دیووال ھمارے زخم ہرے کرنے کے لیے بارود میں ڈیٹونیٹر چپکا رہا تھا۔۔ انھیں اپنے ایجنٹ کی گرفتاری پر سخت غصہ ہے۔۔۔ اس غلیظ مکروہ چہرے کو سمجھئے۔۔ اس مکار دشمن کے فریب کے جال سے خود کو نکالیے۔۔ شوگر ملیں اور سٹیل ملیں بعد میں بھی چل جائیں گی۔۔ اسوقت قوم کا۔۔ اسلام کا۔۔ اور اس ملک کا سوچیئے۔ ورنہ اپنے بچوں کی قبروں پر پھول اگا کر بھی خوشیاں واپس نھی لوٹائی جا سکتیں۔۔۔ ایک گزارش۔۔۔ اگر جاں کی اماں پاوں

اس رذیل امریکہ سے جان چھڑوا لیجئے۔۔ رب محمد کی قسم۔۔۔ یہ امن لوٹ آئے گا۔۔۔۔۔ ہندوستان کی پیٹھ تھپتھپا کر یہ

ہمارے خون کا قلزم چلا رہا ہے

اے اللہ عافیت کا معاملہ فرما

ہماری قوم کو ایمان امن وسلامتی عطا فرما۔ آمین